اللہ کے راستہ میں نکلنے کی اہمیت

اور تبلیغی جماعت کے فوائد و ثمرات

جہاد فی سبیل اللہ کی تشریح

مع چند ضروری اصلاحات و ہدایات اور اشکالات کے جوابات

تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے رہنما خطوط

افادات

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

انتخاب و ترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا، ہردوئی روڈ لکھنؤ

اللہ کے راستہ میں نکلنے کی اہمیت
اور تبلیغی جماعت کے فوائد وثمرات

جہاد فی سبیل اللہ کی تشریح

مع چند ضروری اصلاحات وہدایات اور اشکالات کے جوابات

تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے رہنما خطوط

افادات

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

جمع وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگا، ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	اللہ کے راستہ میں نکلنے کی اہمیت اور تبلیغی جماعت کےفوائدوثمرات، جہادفی سبیل اللہ کیتشریح
مرتب	مفتی محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	۱۷۳
قیمت	۱۰۰/روپے
سن اشاعت	۱۴۳۴ھ

ویب سائٹ............WWW.alislahonline.com

ملنے کے پتے

☆ دیوبندوسہارنپور کےتمام کتب خانے

☆ مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنو

☆ مکتبہ اشرفیہ، اشرف المدارس ہردوئی

☆ مکتبہ رحمانیہ، ہتورا، باندہ

فہرست

باب ۲

دعوت و تبلیغ سے متعلق ضروری اصلاحات و ہدایات قرآن کی روشنی میں

باب ۳

دعوت و تبلیغ سے متعلق ضروری اصلاحی ارشادات

باب ۴

تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے رہنما خطوط

☆

مقدمہ

مفکراسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

احقر نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی خدمت میں حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے افادات کا منتخب مجموعہ (جو حضرتؒ کے ملفوظات ،مکتوبات اور افادات درس قرآن پر مشتمل تھا) پیش، کیا حضرتؒ نے بڑی محبت سے اس کو لے کر رکھ لیا اور چند روز کے بعد اس پر مقدمہ تحریر فرما کر عنایت فرمایا، وہ مقدمہ یہ ہے:

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔

اہل علم اور اہل نظر جانتے ہیں جن کی دعوت واصلاح کی تاریخ ، اہل اللہ بزرگان دین ، مشائخ ومصلحین امت کے فیوض وبرکات اور ان کی اصلاحی وتربیتی کارناموں پر نظر ہے کہ ان کی اصلاح وتربیت کے وسائل ان کے ارشادات ورہنمائی اور ان کے فیوض وبرکات کے شیوع وانتشار اور بقاء وحفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ان کے وہ افادات وملفوظات تھے جو انہوں نے اپنی مجالس عمومی وخصوصی میں ارشاد فرمائے یا وہ مکتوبات تھے جو ان حضرات نے بعض مخلص عقیدت مندوں اور طالبین حق ومعرفت کے رسائل وعرائض کے جواب میں لکھے یا لکھوائے ، ملفوظات مکتوبات کے ان مجموعوں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ایک مختصر تعارفی وتمہیدی مقالہ میں پیش نہیں کی جاسکتی ، یہاں پر صرف ایک مجموعہ کا نام لکھا جاتا ہے، جو حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات پر مشتمل ہے، اور اس کا بلیغ ومعنی خیز نام ''فوائد الفوائد'' ہے۔

ان ملفوظات اور کسی حد تک ان مکتوبات کی خصوصیت میں تنوع، حقیقت پسندی،

امراض اور کمزوریوں کا تعین اوران کی تشخیص، ان کے علاج اورازالہ کے طریقے کی طرف صحیح رہنمائی، **کلموا الناس علیٰ قدر عقولهم** (لوگوں کے فہم ودانش اوران کے ذہنی سطح کے مطابق تفہیم وموعظت کی کوشش) شامل ہے ان ملفوظات ومکتوبات کوسامنے رکھ کرایک سلیقہ مندانسان اس وقت کی زندگی اور معاشرہ کی صحیح تصویر پیش کرسکتایا دیکھ سکتا ہے، اسی طرح وہ نفس، اخلاق ومعاملات اور انفرادی واجتماعی زندگی کے بہت سے ایسے عیوب اور کمزوریوں سے واقف اوران کے ازالہ وعلاج کے ان قابل عمل طریقوں سے آگاہ ہوسکتا ہے جن کو وہ اخلاق اور تصوف وسلوک کی دقیق عمیق اور قابل قدر واحترام کتابوں کے صفحات ومضامین سے حاصل نہیں کرسکتا۔

ہمارے اس عہد قرب وجوار اور علم وواقفیت کے دائرہ میں (بلا کسی تملق وتصنع کے لکھا جاتا ہے) مولانا سید صدیق احمد صاحب مظاہری بانی جامعہ عربیہ ہتورا (ضلع باندہ) کی ذات انہیں ربانی علماء اور مربی ومصلح شیوخ میں ہے جن کواللہ تعالی نے اخلاص وللّٰہیت، جذبۂ اصلاح وتبلیغ ،فہم سلیم ،حقیقت شناسی اور حقیقت بینی اور راہِ خدا میں جفاکشی وبلند ہمتی کے اوصاف سے متصف فرمایاہے،اوراظہارحق اورصحیح مشورہ کی جرأت بھی عطافرمائی ہے۔

آپ کی مجالس ؒمیں صحیح طریقہ کی رہنمائی،نفسانی اورقلبی بیماریوں اور کمزوریوں کی نشان دہی، معاشرہ میں پھیلے ہوئے عیوب، خلاف شرع اور خلاف سنت طریقوں اور رواجوں کی مذمت اوران کے ازالہ کے عزم اور جدوجہد کی دعوت، بزرگان سلف اور عہد کے مستند اور جلیل القدر مشائخ ومصلحین کے اقوال وحکایات اور طریق عمل کا بیان اوران کی شوق انگیز اورایمان خیز واقعات ومشاہدات ملتے ہیں، جن کومولانا کی مجالس میں شرکت اور تعلیم وتربیت سے استفادہ کا موقع ملا ان کوان مضامین وبیانات کی افادیت اوراثر انگیزی کا اندازہ ہے۔

خدا کاشکر ہے کہ فاضل عزیز مولوی محمد زید صاحب نے ان افادات وملفوظات

کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، یہ ایک قابل قدر اصلاحی وتربیتی ذخیرہ تھا جو ان کے مجالس کے ملفوظات ومکتوبات میں پھیلا ہوا تھا، اس کا اندیشہ تھا کہ یہ بیش قیمت ذخیرہ یا تو امتداد زمانہ کے نذر ہو جائے یا خطوط ومکاتیب کے صفحات میں محدود رہ جائے۔

مولانا محمد زید مظاہری ندوی صاحب قارئین معاصرین، مدارس کے فضلاء طلباء، طالبین حق اور اپنی اصلاح وتربیت کے خواہش مندوں کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک مجموعہ میں ان کو جمع کر دیا ہے، جس کا نام "علمی[1] واصلاحی ملفوظات ومکتوبات" (مجالس صدیق) رکھا ہے، اس قابل قدر ذخیرہ میں تنوع بھی ہے اور وحدت بھی، وسعت بھی اور مقصد ونتیجہ کی ترکیز بھی، اس سے فضلاء وطلباء مدارس دینیہ، ملت کے مختلف طبقات کے افراد اور انفرادی واجتماعی اصلاح کا کام کرنے والے اور تزکیۂ نفس کے خواہشمند فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے، جامع ملفوظات ومکتوبات کو جزائے خیر دے، اور قارئین کو اس سے پورے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ والله لا يضيع اجر المحسنين۔

ابوالحسن علی ندوی

۲۴؍صفر ۱۴۱۷ھ

[1] جو مجموعہ حضرت مولاناؒ کے پیش نظر تھا وہ علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات اور درس قرآن پر مشتمل تھا، بعد میں ملفوظات کے حصہ کو علیحدہ افادات صدیق اور مجالس صدیق کے نام سے شائع کیا گیا، اور تعلیم اور مدارس سے متعلق مکاتیب "تحفہ مدارس" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، دعوت وتبلیغ سے متعلق مکاتیب اس رسالہ میں جمع کئے گئے ہیں۔ (مرتب)

تعارفی کلمات

حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ العالی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمدللّٰہ رب العالمین ،والصلاۃ والسلام علی سیدالأنبیاء والمرسلین، خاتم النبیین ، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین.

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک داعی ، مربی اور جید عالم دین کی حیثیت سے ہمارے برصغیر کے دینی حلقوں میں معروف شخصیت رہی ہے،اوران کا علمی وتربیتی فیض معتد بہ تعداد میں لوگوں کو حاصل ہوا ہے،ان کا علمی اورتربیتی عمل مؤثر اوروسیع رہا ہے،اوراس کے بہترین اثرات برابر قائم اور جاری ہیں ، ایک بڑا دینی مدرسہ قائم کردینے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی تدریسی مجلسوں میں اوراپنے خطوط میں جوتربیتی انداز اختیار کیا ہے،اس کو دیکھ کران کی کوششوں کی بڑی قدر ہورہی ہے،اورفائدہ حاصل ہوتا ہے۔

مکرمی مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری نے یہ قابل تعریف کام کیا کہ ان کی بہت سی چیزوں کومختلف کتابوں کی شکل میں مرتب کرکے ان کا نفع عام کیا ،اوراس طرح متعدد کتابیں تیار ہوگئیں،اسی سلسلہ کی یہ ایک کڑی ہے ،ان کے ملفوظات اورخطوط جن سے دینی رہنمائی ملتی ہے،انہوں نے ایک کتاب کی شکل میں مرتب کردیا ہے،انہوں نے مجھ سے تعارفی کلمات کے لئے کہا،حضرت قاری صاحب کا نام اورکام کسی تعارف کامحتاج نہیں،لیکن ان کی خواہش پر میں نے یہ چند تعارفی الفاظ تحریر کردیئے ہیں،جن کی تصدیق خود کتاب کا مطالعہ کرنے والے کرسکتے ہیں ،امید ہے کہ ان خطوط اوران کے ملفوظات

سے دینی کام کرنے والوں اور دینی زندگی اپنانے والوں کو اچھی رہنمائی حاصل ہوگی۔

حضرت قاری صاحبؒ اپنے عہد کی ربانی شخصیت تھے، اورانہوں نے اپنی زندگی علمی ودعوتی کاموں کے نذر کردی تھی، اور اللہ کی رضا کی طلب کو اختیار کرتے ہوئے بڑا کام انجام دیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اوران کے درجات بلند کرے، ان کے یہ افادات اور خطوط ان کے قارئین کے لئے انشاء اللہ بہت مفید اور فیض رساں ہوں گے، اور مفتی زید صاحب کا یہ عمل انشاء اللہ نافع ہوگا۔

(حضرت مولانا) محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء لکھنؤ

مکتوب گرامی

محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحبؒ

حامداً ومصلیاً ومسلماً

امابعد! علمی دینی حلقوں میں حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے، بلاشبہ مولانا کے قابل قدر کارناموں کے پیش نظر اس کی ضرورت تھی کہ ان کی تبلیغی وتعلیمی اور اصلاحی خدمات، قرآن پاک کی تعلیم کے لئے مکاتیب کے قیام کی مساعی، ضعف بیماری کے باوجود دین حق کی اشاعت واوصاف سے موجودہ آنے والی نسلوں کو واقف کرایا جائے تاکہ وہ اپنی اپنی زندگیوں میں اس سے روشنی حاصل کرسکیں، جس کے لئے یہ بہترین ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور امت مسلمہ کے لئے مفید اور نافع بنائے، آمین۔

والسلام

ابرارالحق

دعوتی مضمون

حضرت مولانا سید حبیب احمد صاحب مدظلہ ناظم جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ

دعوت وتبلیغ کی اہمیت اور حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب کی دعوتی جدوجہد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعوت کے لفظی معنی بلانے کے ہیں، انبیاء علیہم السلام کا پہلا فرض منصبی لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے، پھر تعلیمات نبوت ورسالت اسی دعوت کی تشریحات ہیں، قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت داعی الی اللہ ہونا ہے، ''وَدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا'' (احزاب ۴۱) یَاقَوْمَنَا اَجِیْبُوْ دَاعِیَ اللّٰہِ (احقاف ۳)

امت پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر دعوت الی اللہ کو فرض کیا گیا ہے، سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آل عمران ۱۰۴)

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دیں (یعنی) نیک کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں''۔

سورۂ نحل میں ارشاد ہے:

''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ الخ'' (نحل ۱۲۵)

اس آیت میں دعوت وتبلیغ کا مکمل نصاب اس کے اصول اور آداب کی پوری تفصیل چند کلمات میں سموئی ہوئی ہے، تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت حرم ابن حیانؒ کا آخری وقت آیا تو عزیزوں نے درخواست کی کہ ہمیں کچھ وصیت فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ

وصیت تو لوگ اموال کی کیا کرتے ہیں وہ میرے پاس ہے نہیں،لیکن میں تم کواللہ کی آیات خصوصاً سورۂ نحل کی آخری آیتوں کی وصیت کرتا ہوں ، کہ ان پر مضبوطی سے قائم رہو وہ آیات یہی ہیں جواوپر مذکور ہوئیں۔

آیت مذکورہ میں تین چیزوں کا ذکر ہے اول حکمت دوسرے موعظتِ حسنہ، تیسرے مجادلہ بالتی ہی احسن:

حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعہ انسان مقتضیاتِ احوال کومعلوم کر کے اس کے مناسب کلام کرے، وقت اور موقع ایسا تلاش کرے کہ مخاطب پر بار نہ ہو، نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی اختیار کرے اور جہاں یہ سمجھے کہ صراحۃً کہنے میں مخاطب کوشرمندگی ہوگی وہاں اشارات سے کلام کرے یا کوئی ایسا عنوان اختیار کرے کہ مخاطب کوشرمندگی نہ ہواور نہ اس کے دل میں اپنے خیال پر جمنے کا تعصب پیدا ہو۔

موعظت کہتے ہیں کسی خیر خواہی کی بات کو ایسی طرح کہا جائے کہ اس سے مخاطب کا دل قبولیت کے لئے نرم ہو جائے۔

اور حسنہ کا مطلب ہے کہ بیان اور عنوان بھی ایسا ہو جس سے مخاطب کا قلب مطمئن ہو، اس کے شکوک وشبہات دور ہوں اور مخاطب یہ محسوس کرے کہ آپ کی اس میں کوئی غرض نہیں ہے۔

مجادلہ سے مراد بحث و مناظرہ ہے یعنی اگر دعوت میں کہیں بحث کی ضرورت پیش آجائے تو وہ مباحثہ بھی اچھے طریقہ سے ہو، گفتگو میں لطف اور نرمی ہو، دلائل ایسے پیش کئے جائیں جو مخاطب آسانی سے سمجھ لے، دلیل میں وہ مقدمات پیش کئے جائیں جو مشہور ومعروف ہوں۔

مفسرین نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں مخاطبین کی تین قسموں کی بناء پر ہیں دعوت بالحکمۃ اہل علم وفہم کے لئے ،دعوت بالموعظۃ عوام کے لئے ،مجادلہ ان لوگوں کے لئے جن کے

دلوں میں شکوک وشبہات ہوں یا جو عناد اور ہٹ دھرمی کے سبب بات ماننے سے منکر ہوں۔

دعوت کی ہی برکت ہے کہ اس دور فساد میں بھی ہمارے پاس گوہر ایمان ہے اور جب تک امت میں دعوت اسلامی کا مزاج باقی رہے گا یہ امت من حیث الامت باقی بھی رہے گی اور سرسبز شاداب بھی رہے گی، امت ایسے رجال کار سے کبھی خالی نہیں رہی ،انہیں عبقری اور فکر مند شخصیات میں سے والد گرامی قدر حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ کا نام سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

حضرت ممدوح کا اصل مزاج دعوت وتبلیغ ہی تھا یہی وجہ ہے کہ ان کی صبح کہیں اور شام کہیں ہوتی تھی پورا ہندوستان بالعموم اور بندیل کھنڈ بالخصوص ان کی دعوت کا رکا میدان رہا ہے، دور دراز علاقوں کا دشوار گذار راستوں سے ہوتے ہوئے یک وتنہا پیدل سفر فرماتے لوگوں کو جوڑتے اور اللہ کا نام رٹاتے ،ایمان ویقین کی شمع ان کے دل کے نہاں خانوں میں فروزاں کرتے۔

مدرسہ کے قیام سے پہلے پورے علاقہ کا انتہائی نامساعد حالات میں دعوتی وتبلیغی گشت لگایا اور قرآنی حکمت وتدبر کی روشنی میں حق تعالیٰ کی خاص الخاص توفیق سے حالات کا رخ موڑ دیا، جہاں قدم رکھنے کی گنجائش نہیں تھی وہاں دعوت وتبلیغ کے مراکز قائم ہوگئے، لوگوں کو خدائے بزرگ وبرتر کی بڑائی وکبریائی اپنی عاجزی وبے کسی اور بندگی کا احساس ہوا۔

دعوت کے کام کو رفتار اور استحکام دینے کے لئے جگہ جگہ اسلامی مراکز کی تاسیس عمل میں آئی اور جامعہ ہتورا کو اس کا صدر مقام بنایا۔

حضرت نے نبوی مزاج اور نبوی فکر کے زیر سایہ ان بلند اخلاق وخصائل کا نمونہ پیش کیا کہ اپنوں نے ہی نہیں بلکہ غیروں نے بھی آپ کا لوہا مانا اور انہیں سچ مچ انسان اپنے حقیقی روپ میں نظر آیا، ہر طبقہ وقوم نے انہیں اپنا بڑا اور بزرگ مانا، ان کی عظمت اور فکر امت کو خراج تحسین پیش کیا ،حسن معاملہ اور بلندی کردار نے غیر مسلموں کو اسلام سے

قریب کیا کہ اسلام اور مسلمانوں سے ان کی اجنبیت اور بیگانگی جارتی رہی۔

دعوت وتبلیغ ، امت کی فکر وکڑھن ہی ان کے شب وروز اور غدائے حیات تھی ، امت کی زبوں حالی اس کی پریشان خاطری حضرت سے بالکل دیکھی نہیں جاتی تھی ، گھر گھر جاتے ، دردر دستک دیتے ، راہ چلتوں کی منت اور سماجت کرتے دین کی بات پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

حضرت کا مزاج انتہائی سادگی اور جذبہ خلوص کے ساتھ مثبت اور پوری حکمت وحذاقت کے ساتھ خاموش دینی اور تبلیغی کام کا تھا ، وہ اس محنت اور نبوی فکر کو خاص حصار میں مقید رکھنے کو بہت پسند نہیں فرماتے تھے دعوت کی ہر مفید شکل سے وہ استفادہ کرتے اور اسے بروئے کار لاکر اللہ کا پیغام اور نبی ہاشمی کی دعوت اللہ کے بندوں تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے۔

زیر نظر کتاب حضرت کی انہیں دعوتی فکروں اور قلب بے تاب کی آئینہ دار ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی زید صاحب مدظلہٗ (استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ، سابق مفتی جامعہ عربیہ ہتورا ، باندہ) کو جزائے خیر دے جنہوں نے بڑی جانفشانی سے اس مجموعہ کو مرتب کیا ہے اور امت تک حضرت کی اس فکری امانت کو لوگوں کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے ، والد صاحبؒ (حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ) کے مضامین کے سلسلہ میں بہت دنوں سے کوشش کی جارہی تھی لیکن اس میں کوتاہی ہوتی جارہی ہے ، اب اس (تبلیغی اجتماع کے) موقع سے اس کو پیش خدمت کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو امت کے لئے نافع بنائے۔

حبیب احمد باندوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کارنبوت کی تشریح اور تبلیغی کام کی اہمیت وضرورت

(از علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

(مولانا سید سلیمان ندویؒ کا یہ مضمون حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب ''حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت'' کے مقدمہ سے اختصار کے ساتھ ماخوذ ہے)

امت مسلمہ کا فریضہ

قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کے نصوص سے یہ ثابت ہے کہ امت مسلمہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں امم عالم کی طرف معبوث ہے، اس امت کو باہر ہی اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو انجام دے جیسا کہ یہ آیت پاک کھلے لفظوں میں ظاہر کر رہی ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.	تم اے مسلمانو! بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی، اچھے کاموں کو بتاتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔

اس آیت نے بتایا کہ امت مسلمہ دنیا کی دوسری امتوں کے لئے باہر لائی گئی ہے، اس کی پیدائش کی غرض بھی یہی ہے کہ وہ امم عالم کی خدمت کرے اور ان میں خیر کی دعوت اور معروف کی اشاعت اور منکر کی ممانعت کرے، ایسی حالت میں اگر یہ امت اپنے اس فرض سے غفلت برتے تو وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرنے سے عاری ہے، اس آیت سے چند آیتیں اوپر یہ تصریح ہے کہ ہر زمانہ میں امت مسلمہ پر یہ فرض کفایہ ہے کہ

اس کی کچھ جماعت اسی کام میں لگی رہے اور اگر اس سے مسلمانوں کی ہر جماعت نے پہلو تہی کی تو ساری امت مسلمہ گنہگار ٹھیرے گی اور اگر کچھ جماعتوں نے اس فرض کو انجام دیا تو یہ فرض پوری امت کی طرف سے ادا ہو جائے گا، ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران پ۱۱)

اور چاہئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی رہے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت کرتی رہے اور اچھے کاموں کی تعلیم دیتی رہے اور بری باتوں سے روکتی رہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

پوری امت کی صلاح وفلاح اور دوا و معالجہ کے لئے یہی جماعت ذمہ دار ٹھیرائی گئی، اس کے تین فرض قرار دیئے گئے، پوری امت بلکہ ساری انسانیت کو خیر کی دعوت، معروف کی اشاعت اور منکر کی ممانعت، جب تک اور جس نسبت سے امت کے اندر اس جماعت کے افراد رہے یہ فریضہ پورا ہوتا رہا اور حدیث خیر القرون کے مطابق جماعتِ صحابہ، جماعتِ تابعین، جماعت تبع تابعین کے بعد جماعت گھٹ کر افراد رہ گئے۔

امت مسلمہ جانشینِ نبی ہے

امت مسلمہ فرائض نبوت میں سے دعوت خیر اور امر معروف اور نہی منکر میں نبی کی جانشین ہے، اس لئے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کارنبوت کے جو تین فرض عطا ہوئے ہیں، تلاوتِ احکام، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ، یہ تینوں فرض امت مسلمہ پر بھی بطور کفایہ عائد ہیں چنانچہ قرناً بعد قرنٍ اکابر ائمۂ امت نے ان تینوں فریضوں کی ادائیگی میں پوری توجہ اور کوشش مبذول فرمائی ہے اور انہیں کے مجاہدات کا نور ہے جس سے کاشانۂ اسلام میں روشنی ہے، نبوت کے یہ تینوں فرض اس آیت میں یکجا ہیں:

رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ.	ایک رسول اور انہیں میں سے جو اللہ کی آیتوں کو پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک وصاف کرتا اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

تعلیم اور تزکیہ کی یکجائی

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان تینوں فرائض کو بحسن خوبی انجام دیا لوگوں کو احکام الٰہی اور آیاتِ ربانی پڑھ کر سنائے، اور ان کو کتاب الٰہی اور حکمت ربانی کی باتیں سکھائیں اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اپنی صحبت، فیض تاثیر اور طریق تدبیر سے پاک وصاف بھی کیا، نفوس کا تزکیہ فرمایا، قلوب کے امراض کا علاج کیا اور برائیوں اور بدیوں کے زنگ اور میل کو دور کر کے اخلاق انسانی کو نکھارا اور سنوارا، یہ دونوں ظاہری وباطنی فرض یکساں اہمیت سے ادا ہوتے رہے، چنانچہ صحابہؓ اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کے تین قرنوں تک یہ دونوں ظاہری وباطنی کام اسی طرح توام (ساتھ ساتھ) رہے، جو استاد تھے وہ جو شیخ تھے، اور شیخ تھے وہ استاد تھے، وہ جو مسند درس کو جلوہ دیتے تھے وہ خلوت کے شب زندہ اور اپنے ہمنشینوں کے تزکیہ وتصفیہ کے بھی ذمہ دار تھے، ان تینوں طبقوں میں استاد اور شیخ کی تفریق نظر نہیں آتی۔

ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی پھیلی وہ حقیقت میں وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی کہ وہ اسوۂ نبوت سے قریب تر تھے اس لئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا چلا گیا، آسمان دلی کے مہر وماہ اور تارے شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شاہ اسماعیلؒ تک کو آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر وباطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ آپ کو ہوگا اور اس سے ان کے علمی وروحانی برکات کی وسعت کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی وہ

علوم کی تدریس کے وقت یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کا جلوہ دکھاتے تھےاور حجروں میں بیٹھ کر ''یز کیھم'' کی جلوہ ریزی فرماتے تھے۔

پھران کے بعد ان کے فیوض و برکات کے جوحامل ہوئے جن کی نشان دہی چنداں ضروری نہیں کہ ''سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدُ ''ان سے دنیا کو جو فیض پہنچا اور دین کی اشاعت وتبلیغ اور قلوب ونفوس کے تزکیہ وتصفیہ کا جو کام انجام پایا وہ بھی ظاہر و باطن کی اسی جامعیت کے آئینہ دار تھےاور آئندہ بھی سنن الٰہیہ کے مطابق دین کا فیض جن سے پھیلے گا وہ وہی ہوں گے جن کے اندر مدرسیت اور خانقاہیت کی دوسوتیں ایک چشمہ بن کر بہیں گی'' مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانْ '' آنکھوں کا نور شب بیداری سے بڑھتا اور زبان کی تاثیر ذکر کی کثرت سے پھیلتی ہے، رات کے راہب ہی اسلام میں دن کے سپاہی ثابت ہوئے ہیں ،سوانح وتراجم کا سیزدہ صد سالہ دفتر اس دعویٰ کا شاہد ہے، زبان کی روانی اور قلم کی جولانی ، دل کی تابانی کے بغیر سراب کی نمو سے زیادہ نہیں،خواہ وہ اس وقت کتنا ہی تابناک نظر آتا ہومگر وہ مستقل اور مستقبل وجود سے محروم ہے۔

حاصل یہ ہے کہ امت محمدیہ کے مزاج کے مطابق یہ ضروری ہے کہ داعی، دعوت اور طریق دعوت تینوں چیزیں ٹھیک ٹھیک طریق نبوت اور اسوۂ نبوت کے مطابق ہوں، داعی خود بھی قلباً اور قالباً داعی اول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتا ہو،جس حدتک یہ نسبت قوی ہوگی دعوت میں تاثیر اور کشش پیدا ہوگی پھر ضروری ہے کہ دعوت وہی ہو یعنی خالص اسلام اور ایمان اور عمل صالح کی دعوت ہو، پھر دعوت کا طریق بھی وہی اختیار کیا جائے جو داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار فرمایا تھا،جس حد تک ان تینوں امور میں عہد رسالت ونبوت کے ساتھ قرب ومناسبت جتنی زیادہ ہوگی اتنی ہی زیادہ دعوت کی قوت میں تاثیر اور دعوت کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوگی اور راہ کی ضلالت سے حفاظت اور صراط مستقیم کی طرف رہبری کی طاقت میں اضافہ ہوگا، گذشتہ صدیوں کے جن داعیانِ امت کے تجدیدی کارناموں کو امت نے تسلیم

کیا ہے ان کی تاریخ سے بھی ان اصولوں کی سچائی ثابت ہوتی ہے

تبلیغ کی اہمیت

حکیمانہ تبلیغ ودعوت امر بالمعروف، نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت اسلام کی وسعت، اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے اور غیر مسلمانوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے، حق ہے کہ آج مسلمانوں کی حالت دیکھ کر قرآن پاک کی یہ نداء

يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْااٰمِنُوْا اے مسلمانو! مسلمان بنو۔

کو پورے زور شور سے بلند کیا جائے، شہر شہر، گاؤں گاؤں اور در در پھر کر مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا کام کیا جائے، اور اس راہ میں وہ جفاکشی، وہ محنت کوشی، اور وہ ہمت اور وہ قوت مجاہدہ صرف کی جائے جو دنیا دار لوگ دنیا کے عز وجاہ اور حصولِ طاقت میں صرف کررہے ہیں، جس میں حصول مقصد کی خاطر ہر متاع عزیز کو قربان کرنے اور ہر مانع کو بیچ سے ہٹانے کے لئے ناقابل تسخیر طاقت پیدا ہوتی ہے، کشش سے کوشش سے، جان ومال سے، ہر راہ سے اس میں قدم آگے بڑھایا جائے اور حصول مقصد کی خاطر وہ جنون کی کیفیت اپنے اندر پیدا کی جائے جس کے بغیر دین ودنیا کا نہ کوئی کام ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

والسلام

ہیچمداں سید سلیمان ندوی

مئی ۱۹۴۷ء بھوپال

(ماخوذ از ''مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت'' ص ۷ تا ۲۶)

مقدمۃ الکتاب (از مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد فی سبیل اللہ کی تشریح اور تعلیم وتبلیغ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

تعلیم وتبلیغ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اولین مقصد ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

يَـا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه‘ (مائدۃ پ٦)

اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا (بیان القرآن)

نیز ارشاد خداوندی ہے!

لَقَدْ مَنَّ اللّٰـهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. (آل عمران پ۴)

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے ہیں۔ (بیان القرآن)

اسی طرح حدیث پاک میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً (ابن ماجہ ص ٢١) مجھ کو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِىْ مُبَلِّغاً (مسلم شریف حدیث نمبر ١٤٧٥) بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ بنا کر بھیجا ہے۔

اور حق تعالیٰ نے آپ کا وصف بیان فرمایا:

وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ.　　　　(سورہ احزاب پ۲۲)

(ترجمہ) اور آپ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم بھی ہیں، مبلغ بھی ہیں، داعی بھی ہیں، مزکّی بھی ہیں۔ غور کر کے دیکھا جائے تو انبیاء علیہم السلام کی پوری زندگی میں تعلیم وتبلیغ اور تزکیہ، تینوں اوصاف نمایا طور پر ملیں گے، اور علماء چونکہ انبیاء کے وارث اور جانشیں ہوتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (مشکوٰۃ، کتاب العلم)　　　بیشک علماء انبیاء کے وارث اور جانشیں ہوتے ہیں

اس لئے علماء کے اندر بھی یہ اوصاف پائے جانا ضروری ہے، چنانچہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی تعلیم وتبلیغ اور تزکیہ میں گذری۔

تعلیم سے مراد تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت ہے جس میں الفاظ ومعانی سب آگئے، اور تبلیغ سے مراد وہی تبلیغ ہے جس کا قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے خواہ وہ فضائل ہوں یا مسائل، عقائد ہوں یا احکام کیونکہ "بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ" کے تحت تمام احکام شرعیہ آجاتے ہیں۔

اور تزکیہ سے مراد ہے تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ قلوب یعنی دلوں کی صفائی جس کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہوتا ہے تو پورا جسم درست رہتا ہے اگر وہ بگڑتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ ٹکڑا قلب ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرتؒ کی پوری زندگی انہیں تینوں اوصاف یعنی تعلیمِ کتاب وتبلیغِ دین اور تزکیۂ نفوس میں گذری۔

البتہ ہمارے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعوت وتبلیغ کا مفہوم بہت

وسیع تھا، آپ تبلیغ کو کسی ایک خاص طریقہ میں منحصر نہ سمجھتے تھے بلکہ اس میں بڑی وسعت اور عموم کے قائل تھے، اوراسی کے مطابق آپ کی تبلیغی سرگرمیاں ہوتی تھیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب وسنت اور دلائل کی روشنی میں حضرتؒ کے اس نقطۂ نظر کی وضاحت کردی جائے، امید ہے کہ انشاءاللہ دعوت وتبلیغ کے وسیع معنی ومفہوم کے سمجھنے میں اس سے مدد ملے گی اور بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوگا۔

دعوت وتبلیغ کا وسیع مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں

تبلیغِ دین کے سلسلہ میں حق تعالیٰ کا واضح حکم جواس نے اپنے نبی کو اور نبی کے واسطے سے خواص امت کو یعنی اہل علم کو دیا ہے وہ یہ ہے:

يَاأَيُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاأُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه‘ (مائدہ پ٦)

اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پرنازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچادیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا (بیان القرآن)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

قال ابن عباس رضى الله عنهما المعنى بلغ جميع ماانزل اليک من ربک ،فان كتمت شيئا منه فما بلغت رسالته‘، وهذاتاديب للنبى صلى الله عليه وسلم وتاديب لحملة العلم من امتهٖ ان لايكتمواشيئا من امر شريعتهٖ.

(قرطبی ص۲۱۲ ج٦)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اے نبی! آپ کے رب کی طرف سے جتنے بھی احکام نازل کئے گئے ہیں سب کی تبلیغ فرمادیجئے (یعنی امت تک پہنچادیجئے) اگر کسی جزء کو بھی آپ نے چھپایا (اوراس کی تبلیغ نہیں کی) تو آپ نے حق رسالت ادانہیں کیا، اللہ کے اس فرمان میں نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کے اہل علم کے لئے اس بات کی ہدایت اور تنبیہ ہے کہ شریعت کے کسی حکم کا بھی اخفاء نہ کریں (کہ وہ تبلیغ سے رہ جائے)

قاضی ثناءاللہ صاحب پانی پتیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

یعنی کل شیء انزل الیک لایفوت منہ شیء یعنی ان لم تفعل تبلیغ کل شیء وترکت بعضہ، فکانما ما بلغت شیئا من رسالاتہ. (مظہری ص۱۵۴ ج۳)

یعنی جو احکام آپ پر نازل کئے گئے اس کا کوئی ایک جزء بھی تبلیغ سے نہ رہ جائے، یعنی اگر آپ نے سارے امور شرعیہ کی تبلیغ نہیں کی اور بعض کو چھوڑ دیا تو گویا آپ نے کسی چیز کی تبلیغ نہیں کی اور حق رسالت ادا نہیں کیا۔

امام التفسیر حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

یقول تعالیٰ مخاطباً عبدہ ورسولہ، محمداً صلی اللہ علیہ وسلم باسم الرسالۃ وآمر اٰلہ، بابلاغ جمیع ما ارسلہ اللہ بہ. (ابن کثیر ص۱۰۷ ج۲)

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ و رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے اور حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو بھی پیغام دیا ہے آپ سب کی تبلیغ فرمادیجئے

اور اسی عمومیت کے ساتھ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو یہ ذمہ داری سپرد فرمائی چنانچہ آپ کا فرمان ہے!

بلغوا عنی ولو آیۃ (مشکوۃ شریف، کتاب العلم، بخاری شریف، کتاب الانبیاء)

دین کی اگر ایک بات بھی تم کو معلوم ہے تو اس کی بھی تبلیغ کر دو، اور دوسروں کو پہنچا دو،

ملا علی قاریؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

المراد من الآیۃ الحکم الموحیٰ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم (مرقاۃ ص:۲۶۴)

یعنی اس حدیث پاک میں آیت سے مراد، جس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے ہر وہ حکم مراد ہے جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

الا فلیبلّغ الشاھد الغائب (ابوداؤد)

اچھی طرح سن لو! جو لوگ موجود ہیں وہ غائب لوگوں تک تبلیغ کر دیں یعنی یہ باتیں پہنچا دیں۔

مذکورہ آیات واحادیث میں دین کی ہر چھوٹی بڑی بات اورشرعی حکم کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے،اور یہ فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ بھی آپ پرنازل کیا گیا ہےایک ایک بات کی آپ تبلیغ فرمادیجئے ورنہ آپ نے حق رسالت ادانہ کیااورظاہر ہے کہ آپ پر جو چیزیں نازل کی گئی ہیں اس میں دین کے سارے شعبے آجاتے ہیں ،عقائد بھی ،عبادات بھی ، معاملات بھی ، معاشرت واخلاق بھی ،امورسیاسیہ بھی ، چنانچہ آپ نے حسب موقع جملہ احکام شرعیہ کی تبلیغ فرمائی ، مسلم شریف وغیرہ کی کتاب الایمان میں متعدد روایتیں ایسی ہیں جن میں اس کا تذکرہ ہے کہ آپ نے اپنے قاصد کو بھیجا کہ جا کر لوگوں کوتبلیغ کردے، اس میں عقائد وعبادات کے ساتھ دیگر اعمال کا بھی تذکرہ ہے،بعض روایات میں برتنوں کے استعمال تک کا تذکرہ ہے کہ میں ان باتوں کے کرنے کا حکم دیتاہوں اوران برتنوں کے استعمال کی ممانعت کرتا ہوں (مسلم شریف کتاب الایمان ص۳۴ باب الامر بالایمان باللہ تعالیٰ ورسولہٗ)۔

قرآن پاک کی آیتوں اور متعدد روایتوں کوسامنے رکھنے سے واضح طور پر یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ تبلیغ ایمانیات یعنی عقائد کی بھی ہوتی ہے اورعبادات یعنی نماز روزہ زکوٰۃ وحج کی بھی اور معاملات ومعاشرت سے متعلقہ جملہ امور کی بھی،معروفات کا حکم دیا گیاہے،منہیات ومحرمات سے منع کیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں جس طرح حکم ہےیَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا (اےایمان والو! ایمان لےآویعنی اپنے ایمان پرثابت قدم رہو)اورجس طرحوَ آتَوُاالزَّکوٰۃ ، کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ،وَاَتِمُّوْ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فرمایا گیاہے،اسی طرح نکاح،طلاق،اورحسن معاملات ومعاشرت سےمتعلق بھی واضح احکام دیئے گئے ہیں،طہارت ونظافت اورعورتوں سے متعلق خصوصی مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں ،قرض کے لین دین ، بیع وشراء کے جواز وعدم جواز اورسود کی حرمت کوبھی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، وصیت اور میراث کے احکام کو پوری تفصیل سے بیان کیا گیاہے،تکبراورریا کی ممانعت وحرمت بھی ذکر کی گئی ہے

،ونحوذالک،ظاہر ہے کہ یہ سارے احکام مَـا اُنْزِلَ کے دائرہ میں آتے ہیں یعنی اللہ کی طرف سے نازل کئے گئے ہیں جن کے متعلق نبی کوحکم دیا جارہاہے یَاایُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ! اے نبی ان سارے احکام کی تبلیغ فرمادیجئے جوآپ پرنازل کئے گئے ہیں، ورنہ آپ حق رسالت اور حق ادائے تبلیغ میں کوتاہی کرنے والے شمار کئے جائیں گے، چنانچہ پوری زندگی آپ اس کام کوانجام دیتے رہے اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ سارے احکام کی تبلیغ فرماتے رہے، حتیٰ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ آپ نے فرمایا تھا شاید آئندہ اب میں نہ ملوں اس وقت کے خطبہ میں بھی آپ نے بہت سے مسائل واحکام بیان فرمائے ،ظلم اور سود کی حرمت ،عصبیت کی ممانعت ،مسلمان کی عزت واحترام اوراس کے جان ومال کی حفاظت ،ادائے امانت،غیبت چغلی کی ممانعت ،عورتوں کے حقوق اوراس کے علاوہ مختلف امور کا تذکرہ فرمایااس کے بعدفرمایا: "ألاھل بلّغتُ ، ألاھل بلّغتُ" اوراخیر میں فرمایا:فلیبلغ الشاھد الغائب" جولوگ موجود ہیں وہ غائبین یعنی جولوگ موجودنہیں ہیں ان تک یہ باتیں پہنچادیں۔

(مجمع الزوائدص ۲۶۵ ج ۳،ابن کثیرص ۱۰۸ ج ۲)

چنانچہ صحابہ کرامؓ اطرافِ دنیامیں پھیل گئے اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جن باتوں کی تبلیغ فرمائی ان ساری ہی باتوں کودوسروں تک پہنچاتے رہے،اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا،محدثین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کوسناتے اور پہنچاتے رہے،فقہاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ احکام شرعیہ وفقہیہ کی تبلیغ کرتے رہے،صوفیاء ومشائخ اصلاح باطن وتزکیۂ قلب سے متعلق احکام کی تبلیغ فرماتے رہے،علماء دینی مدارس کے ذریعہ تلاوت آیات اور دیگر علوم شرعیہ کی تبلیغ کرتے رہے،خطباء اور واعظین اپنے خطبات اورمواعظ کے ذریعہ معروفات کی اشاعت اورمنکرات کی ممانعت کرتے ہوئے تبلیغی کام انجام دیتے رہے،اہل افتاء پیش آمدہ مسائل میں فتاویٰ کے ذریعہ اوراہل قضاء

مقدمات اور قضایا میں رسول اللہ صلی اللہ کے اس نوع کے احکام شرعیہ وعدلیہ کی تبلیغ وتنفیذ کرتے رہے، اور یہ سارے حضرات نبی کے فرمان کے مطابق نبی کی نیابت میں ''بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ'' پرعمل کرنے والے ہیں، کیونکہ یہ حضرات اپنے دائرہ میں رہ کر جوخدمت بھی انجام دے رہے ہیں، خواہ وہ قرآن پاک کی تعلیم ہو یا دیگر علوم شرعیہ وفقہیہ کی تدریس وہ سب ''مَآاُنْزِلَ'' ہی کا مصداق اور اسی کی تبلیغ ہیں۔

بلکہ ''مَآاُنْزِلَ'' کے دائرہ میں آنے والے بہت سے احکام شرعیہ تو ایسے ہیں کہ مدارس کی چہار دیواری اور خصوصی علمی نشستوں ہی کے ذریعہ ان کی تبلیغ وحفاظت کی جاسکتی ہے نہ کہ عمومی مجالس میں مثلاً عورتوں سے متعلقہ ان کے خصوصی مسائل واحکام، ظاہر ہے کہ وہ منزل من اللہ ہی ہیں، یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ الآیۃ ونحوذالک اور ظاہر ہے کہ اس کی تبلیغ عمومی مجالس اور بیانات میں نہیں بلکہ اس کی حفاظت اور تبلیغ مدارس میں تعلیمی وتدریسی سلسلہ ہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے، اس لئے تبلیغ کے بعض انواع تو ایسے ہیں کہ خاص اہل علم اور اہل مدارس ہی کے ذریعہ ان کی ادائیگی ہوسکتی ہے، اسی طرح سود، رشوت اور بیع وشراء وغیرہ کے بہت سے دقیق مسائل ایسے ہیں کہ ان کی تعلیم وتبلیغ صرف علمی مجالس اور علماء کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے دوسرے اس کے متحمل نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس تبلیغ کو امت کے لئے چھوڑا اور جس کا مکلّف بنایا ہے اس کا دائرہ بہت وسیع ہے، اس کی روشنی میں دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ تبلیغ عقائد کی بھی ہوتی ہے اعمال کی بھی، فضائل کی بھی اور مسائل کی بھی اصول کی بھی فروع کی بھی یہ سب تبلیغ کے ضروری انواع ہیں، اور خواص امت کے مختلف طبقات اپنی اپنی صلاحیت واستعداد کے مطابق نبی کی نیابت میں اس کارِتبلیغ کو انجام دے رہے ہیں مثلاً دینی مدارس کے اساتذہ ومعلمین جو تعلیم وتدریس میں لگے ہوئے ہیں وہ بھی تبلیغی کام انجام دے رہے ہیں اسی طرح مشائخ اور واعظین جو اپنے متعلقین وسامعین کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سناتے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں خواہ عام مجمعوں اور جلسوں میں یا مساجد کے محراب ومنبروں اور خانقاہ کے گوشوں میں وہ سب بھی اپنی اپنی حیثیت سے نبی کی نیابت میں دعوت وتبلیغ کے کام میں لگے ہوئے ہیں، کیونکہ یہ سب تبلیغ ہی کے ضروری شعبے ہیں۔ واللہ اعلم

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ اسی وسعت اور عمومیت کے ساتھ تبلیغ کے حامی اور داعی تھے، اور آپ کی پوری زندگی انہیں کاموں میں گذری، اپنی مجالس اور ملفوظات میں بھی آپ اس کا اظہار فرماتے رہے۔[1]

تعلیم وتبلیغ کا فرق

اس موقع پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت معلم ومبلغ دونوں ہی کی ہے آپ معلم بھی ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً'' (ابن ماجہ) اسی طرح آپ مبلغ بھی ہیں خود قرآن سے بھی آپ کا مبلغ ہونا معلوم ہوتا ہے اور

---

[1] حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:
قرآن نے آپ کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ ''یاایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ''یعنی جو چیز آپ کے رب کی طرف سے آپ تک پہنچائی گئی ہے وہ دوسروں کو پہنچادیں، تو آپ گویا مامور من اللہ ہیں کہ وہ چیز دوسروں تک پہنچائیں جو آپ کو دی گئی ہے پھر آپ نے امت کو مامور کیا اور فرمایا:
'' بلغوا عنی ولو آیۃ'' (مشکوۃ شریف کتاب العلم) میری طرف سے اس کی تبلیغ کردو، اگر چہ ایک چھوٹی ہی بات یا چھوٹی سی آیت ہو، وہ دوسروں کو پہنچادو، اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ فرمایا، اس میں صراحۃً امر فرمایا: ''فلیبلغ الشاھد الغائب'' یعنی جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ غائبین تک میرا پیغام پہنچادیں، امت نے پھر اس کی رعایت بھی کی ایک ایک جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا، قرآن کا دوسروں تک بڑی دینداری کے ساتھ پہنچایا۔
بہر حال تبلیغ کے طریقے مختلف رہے، مشائخ کا اور تھا، علماء کا اور تھا، محدثین کا طرز اور تھا، اور فقہاء کا اور تھا، صرف ڈھنگ اور انداز کا فرق تھا، ان میں ٹکراؤ نہیں ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام ص: ۹۵، ۲۰۱)

آپ نےفرمایا بھی ہے’’ اِنَّ اللّٰہ اَرْسَلَنِیْ مُبَلِّغًا‘‘(مسلم شریف)

لیکن تعلیم وتبلیغ میں تھوڑا سا فرق بھی ہے وہ یہ کہ تبلیغ عام ہےاور تعلیم خاص،تبلیغ کا دائرہ تو بہت وسیع ہے،اوراس میں صرف بات کا پہنچانا ہوتا ہےخواہ کوئی مانے یانہ مانے،اِنْ عَــلَیْکَ اِلاَّ الْبَلاَ غُ،اورتعلیم اس کو کی جاتی ہے جو ماننے والا ہواورسیکھنے پر آمادہ ہو،تعلیم میں نگرانی بھی ہوتی ہےاورتربیت کا پہلو بھی،بیک وقت دونوں باتیں یعنی تعلیم وتبلیغ جمع بھی ہوسکتی ہیں،نیزتعلیم میں بسااوقات کسی مسئلہ کوسمجھانا،ذہن نشین کرانا اورکبھی دلائل سےثابت کرنا بھی ہوتا ہے۔

ایک حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

اِنَّـمـاانـالـکـم مثـل الـوالـد لـولـدہٖ اعلمکم اذااتیتم الغائط فلا تستــقبــلـوا الـقبـلـة کہ میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں،میں تم کوادب سکھلاتا ہوں،بیت الخلا جاؤتو قبلہ رونہ ہو۔ (دارمی،مشکوٰۃ ص:۴۲)

ایک مرتبہ آپ مسجد میں تشریف لے گئے دیکھا دوحلقے لگے ہوئے ہیں،ایک حلقہ میں لوگ تعلیم وتعلم میں مشغول ہیں،آپ نے اس حلقہ کی فضیلت بیان فرمائی اوراس کے بعدآپ اسی حلقہ میں بیٹھ گئےاورفرمایا:’’**انمابعثت معلما**‘‘(دارمی ص:۹۹ ج۱)

حضرت مولانا مفتی محمودحسن صاحب گنگوہیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریرفرماتے ہیں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں میں تبلیغ بھی ہے اورتعلیم بھی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشادہےیَاَیُّھَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ ۔۔۔،لَقَدْمَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْبَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً الآیہ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہی کام کئے ہیں،تبلیغ کے لئے دوسروں کے پاس تشریف لے گئے ہیں اورتعلیم کے لئے دوسرے لوگ خدمت اقدس میں حاضرہوئے ہیں،تبلیغ کے معنی ہیں پہونچانا،اس کے لئے مبلغ کوجانا بھی ہوتا ہے،تعلیم کے معنی ہی علم سکھانا،اس کے لئے سیکھنے والے کومعلم کے پاس آنا ہوتا ہے،یہ دونوں کام امت

کے سپرد بھی فرمائے، بلّغوا عنی ولو آیة اخیر خطبہ میں ارشاد فرمایا الا فلیبلغ الشاھد الغائب یعنی جو شخص حاضر ہے، جس نے براہ راست مجھ سے دین سیکھا ہے وہ غائب تک پہونچادے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص:۲۶ ج ۵)

تعلیم وتبلیغ کا فرق سمجھنے کے لئے نہایت واضح اور آسان مثال یہ ہے کہ فرض کیجئے آپ نے کسی فرد یا جماعت کو کسی حکم شرعی یا امر مسنون کی تبلیغ کی مثلاً آپ نے فرمایا کہ مؤذن جب اذان کہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کلمات اذان کا جواب دینا چاہئے اور جب اذان سے فارغ ہوجائے تو اذان کے بعد کی دعاء پڑھنا چاہئے، جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حلّت لہٗ شفاعتی اس کو میری شفاعت کا استحقاق ہوجائے گا (مسلم شریف) جب آپ نے کسی فرد یا جماعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا تو آپ نے تبلیغ فرمادی، آپ کو تبلیغ کا ثواب مل گیا اور وہ اس کے مطابق عمل کرے گا تو اس کا بھی آپ کو ثواب ملے گا، یہ ہے تبلیغ۔

اور تعلیم یہ ہے کہ کسی فرد یا جماعت کو کسی معلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا اور صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی نگرانی میں اس دعا کو رٹایا، یاد کرایا، سنا، جو غلطی ہوئی اس کی اصلاح کی، پھر دوبارہ سنا، جن کو نہ یاد ہوا یا غلط یاد ہوا ان کو تنبیہ کی، جیسا کہ ایک معلم مدرسہ ومکتب میں کیا کرتا ہے، یہ ہے تعلیم جس میں تبلیغ بھی شامل ہے، یعنی بیک وقت تبلیغ بھی ہے اور تعلیم بھی، اس پہلو سے اگر دیکھا جائے تو تعلیم کی افادیت زیادہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے، اسی واسطے اس کی اہمیت بھی زیادہ ہے اور اس کے فضائل بھی زیادہ ہیں، متعلم کے لئے مچھلیاں، چونٹیاں، استغفار کرتی ہیں، فرشتے پر بچھاتے ہیں اور آپ نے فرمایا: ’’من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ‘‘ (ترمذی، مشکوۃ ص۳۴)

جو متعلم طلبِ علم میں نکلا وہ اللہ کے راستہ میں ہے اور جو طالبعلم علم دین کا ایک مسئلہ بھی سیکھ لے خواہ اس وقت وہ عمل کا ہو یا نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

یہ ایک ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے۔ (مجمع الزوائد، ابن ماجہ، الترغیب ص ۲۶۰ ج ۱)
رات کے تھوڑے حصہ میں بھی علم دین کا پڑھنا پوری رات عبادت سے افضل ہے۔ (دارمی، مشکوٰۃ ص: ۳۶)[1]

دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے

حدیثوں کے دیکھنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے افراد واشخاص، موقع ومحل اور موضوع کے لحاظ سے دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے اختیار فرمائے، کیونکہ دعوت اصول کی بھی ہوتی ہے، یعنی ایمان واسلام کی اور فروع کی بھی ہوتی ہے یعنی احکام شرعیہ کی، جب جہاں جیسی ضرورت ہوئی اس کے مطابق آپ نے دعوت وتبلیغ کا طریقہ اختیار فرمایا،

---

[1] حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب تعلیم وتبلیغ کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:
(مروجہ) تبلیغ ودعوت سے جذبہ تو پیدا ہو گیا دین پر چلنے کا مگر طریقہ معلوم نہیں کہ کس طرح چلیں تو تبلیغ کے بعد ضرورت ہے تعلیم کی، خواہ وہ اردو میں ہو یا عربی میں ہو، صورت جو بھی ہو مگر تعلیم ضروری ہے۔
یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ خیر وبرکت میں جب تبلیغ عام ہوئی اور آپ نے داعیوں کو روانہ فرمایا کہ وہ دعوت دیں، دعوت دینے والے کی سعی سے اگر ایک قبیلہ بھی اسلام کی طرف آجاتا تھا تو وہاں جم جاتے تھے اور مہینوں ان کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتے تھے تاکہ دین کے مسائل معلوم ہوں، تو نفس تبلیغ سے دین پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا، دونوں چیزیں الگ الگ ہیں صرف ایک کے کرنے سے دوسرے کا حق ادا نہ ہوگا۔
تعلیم تو کہتے ہیں کتاب وسنت کی مرادات اور مقاصد کو مع دلائل کے سمجھنا یہ تبلیغ کا موضوع نہیں ہے، تبلیغ کا موضوع نفس دین پہنچانا ہے کہ بھائی دین پر قائم رہو۔
نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ:
حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک مجلس میں فرمایا: جس میں میں بھی موجود تھا۔
''میرا مقصد اس دعوت وتبلیغ سے یہ ہے کہ لوگ اس کے بعد تعلیم کی ضرورت محسوس کریں تاکہ معلمین

آپ نے کافروں کو بھی دعوت دی ایمان کی، آپ نے فاسقوں کو بھی دعوت دی اعمال صالحہ کی، کبھی خطاب خاص کے ساتھ (یعنی شخصی طور پر کسی کو مخاطب بنا کر) اور کبھی خطاب عام کے ساتھ مجلس میں وعظ وتذکیر کے ذریعہ، کبھی خطباتِ جمعہ میں کبھی اس کے علاوہ عام جلسوں اور محفلوں میں، کبھی تقریر کے ذریعہ، کبھی تحریر کے ذریعہ۔

وفد عبدالقیس کی آمد آپ کے ایک دعوتی خط ہی کے نتیجہ میں ہوئی جس کا قصہ حدیث میں اس طرح موجود ہے کہ منقذ نامی صحابی دوسرے ملکوں (بحرین اور مقام ہجر وغیرہ) سے کپڑے اور دیگر سامان لاکر مدینہ پاک میں فروخت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گذرے یہ کھڑے ہوگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقہ کے رؤسا اور چودھریوں کے نام لے لے کر حالات پوچھے کہ ان کے کیا حالات ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن خلق سے یہ اس

لے کے پاس جا کر وہ علم دین سیکھیں اور مشائخ کے پاس جا کر اپنے اخلاق کی تربیت کرائیں، ہم نے تو صرف یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ اپنے اخلاق درست کرو، مولانا کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تبلیغ مقدمہ ہے تعلیم کا۔

حضرت مولانا (الیاس صاحبؒ) نے اس کی کوشش کی ہے کہ ہر شخص داعی بنے، مگر بات وہی ہے کہ جو داعی بنے وہ مسائل بھی سیکھے اگر مسائل سے واقفیت نہیں رہی تو اسٹیج پر آکر جہلاء ایسی باتیں بھی کہیں گے جو خلاف شرع ہوں گی مسائل کے خلاف بھی ہوں گی، اس سے لوگ خرافات اور بدعات ومنکرات میں مبتلا ہوں گے تو تبلیغ کا الٹا اثر ہو جائے گا، تو تبلیغ اس لئے رکھی تا کہ یہ دین پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کر دے، اس کے بعد مسائل ہیں خواہ تعلیم سے ہو یا کتاب پڑھ کر ہو یا کسی مدرسہ میں داخل ہو کر ہو، یا مفتیوں سے فتاویٰ معلوم کر کے، کہ یہ مسئلہ پیش آیا ہم کیا کریں، تو اس کے حاصل کرنے کے طریقے مختلف ہیں۔ لہٰذا بلا تعلیم کے اگر تبلیغ کی گئی تو وہ تبلیغ جہالت بن جائے گی۔ بہر حال جب تعلیم وتبلیغ کا جوڑ پیدا ہوگا تو اس سے کامیابی ہوگی۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے موجودہ زمانہ کے احوال کو دیکھ کر کام شروع کیا کیونکہ لوگوں کے دلوں سے دعوت کا جذبہ ہی نکل گیا تھا تو انہوں نے اس کی اصلاح کی اور اس میں کامیابی بھی ہوئی، داعیوں کا لشکر پیدا ہو گیا چاہے اس میں جہلاء ہی زیادہ ہوں، اب آگے ان کا فرض ہے کہ وہ جہل کو دور کر کے علم حاصل کریں، کتابیں دیکھیں اور مسائل معلوم کریں تو وہ نقائص رفع ہو جائیں گے۔

(مجالس حکیم الاسلام ص: ۱۸۹، ۱۹۵، ۱۹۶)

قدر متاثر ہوئے کہ فوراً اسلام میں داخل ہوگئے، کلمہ طیبہ پڑھ لیا، اور اسی وقت ان کو اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ اور سورہ اقرأ باسم تعلیم فرمائی ، اور اللہ کے رسول نے اس وقت ایک دعوتی خط ان کے علاقہ کے رؤسا واغنیا کے نام تحریر فرمایا، یہ اس کو لے کر گئے ،اسی کے نتیجہ میں چودہ یا چالیس افراد پر مشتمل یہ وفد اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا مفصل قصہ حدیثوں میں مذکور ہے۔

(مسلم شریف، کتاب الایمان، فتح الملہم ص ۴۸۸ ج ۱)

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز سے دعوتی کام فرمایا، کبھی تقریر وتحریر کے ذریعہ، اور کبھی آپ خود کسی مقام پر تشریف لے گئے اور تبلیغ فرمائی ،اور بکثرت ایسا ہوا کہ وفود کے وفود، مختلف جماعتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور چند روز قیام کرتیں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تبلیغ وتعلیم فرماتے ، دین سکھاتے اور کبھی دوسرے علاقوں میں آپ کسی صحابی کو یا چند صحابہ کو احکامِ دین کی تبلیغ کے لئے بھیجتے، کتبِ حدیث میں اس کے واقعات بکثرت موجود ہیں حضرت معاذؓ کا قصہ بھی معروف ومشہور ہے۔ (فتح الملہم ،شرح مسلم کتاب الایمان ص: ۵۰۰ ج ۱)

صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین وتبع تابعین نے بھی یہی طریقہ اپنایا، اور بعد کے دوروں میں ہمارے علماء مشائخ اور صوفیاء نے بھی ضرورت وحالات کے مطابق دعوت وتبلیغ کے تمام طریقوں کو اختیار فرمایا، خود جاجا کر بھی تبلیغ فرمائی، مجالس ومحافل میں مواعظ کے ذریعہ بھی تذکیر فرمائی، اور بہت سے مشائخ نے اس طور پر بھی تبلیغ فرمائی کہ اپنے مرکز میں مقیم ہیں اور مستفیدین وطالبین فرد یا وفد کی شکل میں آتے ہیں، قیام کرتے ، اور شیخ ان کو تعلیم وتبلیغ کرتے ہیں، جب کہ بہت سے علماء تحریر وتصنیف کے ذریعہ احکام شرعیہ کی تبلیغ فرماتے ۔

الحمد للہ یہ سارے سلسلہ اب تک جاری ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقوں کو اس امت کے علماء ومشائخ نے زندہ کیا ہوا ہے۔

بہت سے خوش نصیب اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مختلف طریقوں میں سارے طریقوں کو اپنایا، حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب بھی اللہ کے انہیں خوش نصیب بندوں میں سے ہیں جنہوں نے حالات وضرورت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقوں کو اپنایا، آپ نے لوگوں کے پاس جاجا کر بھی تبلیغ فرمائی، اور ایسا بھی ہوتا کہ افراد اور مختلف جماعتیں آپ کے پاس حاضر ہوتیں آپ ان کو تعلیم وتبلیغ فرماتے، اور یہ صورت سال بھر رہتی لیکن رمضان شریف میں ایسا کثرت سے ہوتا تھا، اس کے علاوہ مختلف جلسوں میں خصوصاً اصلاح معاشرہ اور سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مدارس کے سالانہ جلسوں میں شریک ہوکر مواعظ کے ذریعہ بھی آپ تبلیغ فرماتے جس میں خاص طور پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرماتے، اس کے علاوہ تحریر کے ذریعہ بھی آپ نے تبلیغ فرمائی اس مقصد کے لئے خطوط تحریر فرمائے، تصانیف مرتب فرمائیں، ان سب کی تفصیلات احقر نے ''آثر صدیق''، میں جمع کی ہیں، جو حیات صدیق کا دوسرا حصہ ہے اور زیر ترتیب ہے۔

ان سب کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کا مروجہ تبلیغی جماعت سے بھی خصوصی تعلق اور گہرا ربط رہا، آپ برابر تبلیغی جماعت سے شروع ہی سے وابستہ رہے اور اپنے مدرسہ میں کئی بڑے تبلیغی اجتماعات بھی کرائے، رمضان المبارک کے پروگراموں میں آپ تبلیغی جماعت کے ذریعہ لوگوں کی تشکیل فرماتے، جو حضرات تبلیغی جماعت پر اعتراضات کرتے ہیں حضرت نے ان حضرات کو تسلی بخش جوابات بھی تحریر فرمائے، اور ایک رسالہ میں مستقلاً اللہ کے راستہ میں نکلنے کی اہمیت اور اس کے فضائل بھی تحریر فرمائے جو آپ کے سامنے ہے۔

اس مجموعہ میں حضرتؒ کے چار طرح کے مضامین ہیں پہلا مضمون حضرت اقدسؒ

کا تحریر کردہ ہے، دوسرا مضمون ہے ''دعوت وتبلیغ سے متعلق ہدایات وآداب قرآن کی روشنی میں''، جس کی حقیقت یہ ہے کہ درس قرآن میں دعوت وتبلیغ سے متعلق جو باتیں آپ نے قرآن پاک کی روشنی میں بیان فرمائیں آپ کے درس قرآن سے وہ مضامین بھی چن چن کر اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

تیسرا مضمون آپ کے وہ ملفوظات وارشادات ہیں جو خاص طور پر دعوت وتبلیغ سے متعلق ہیں وہ بھی اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ جب کہ درس قرآن ودرس بخاری اور ملفوظات میں ابھی کافی ارشادات دعوت وتبلیغ سے متعلق باقی اور محفوظ ہیں وہ انشاءاللہ آئندہ قسطوں میں آئیں گے۔

چوتھے مضمون میں دینی اجتماعات اور تبلیغی جماعت سے متعلق وہ اہم خطوط ہیں جو آپ نے پندرہ بیس سال کے عرصے میں لوگوں کے خطوط کے جوابات میں تحریر فرمائے، ان خطوط میں تبلیغی جماعت کا تعارف، ضروری ہدایات وآداب بھی ہیں اور راہِ اعتدال کے ساتھ ضروری تنبیہات اور اشکالات کے جوابات بھی، یہ سارے خطوط حضرت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں، احقر ان کو نقل کرتا رہتا تھا، حضرتؒ نے نظر ثانی کے وقت بعض خطوط میں ترمیم بھی فرمائی، اس طرح یہ مجموعہ حضرتؒ کے چار قسم کے مضامین پر مشتمل ہے۔

فی سبیل اللہ کی تشریح اور اس کے مصداق کے تعلق سے غلط فہمی کا ازالہ

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ نے اپنے تحریر کردہ مضمون میں جو احادیث اور آثار اللہ کے راستہ میں نکلنے اور قربانی دینے کے تعلق سے نقل فرمائے ہیں اور ان کو مروجہ تبلیغی جماعت پر بھی چسپاں کیا اور اس کا مصداق قرار دیا ہے، اس میں بہت سے حضرات کو کافی خلجان ہوتا ہے کہ مروجہ تبلیغی جماعت کو فی سبیل اللہ یا جہاد کا

مصداق قرار دیتے ہوئے ان فضائل کو اس جماعت پر کیسے منطبق کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر لفظ جہاد اور فی سبیل اللہ کے اطلاق اور مصداق کے تعلق سے کچھ تشریح وتوضیح کر دی جائے۔

یہ تو یقینی بات ہے کہ یہ اور اس نوع کے جتنے اخبار وآثار منقول ہیں وہ سب جہاد فی سبیل اللہ بمعنی قتال میں وارد ہوئے ہیں، اور اصلاً اس کا مصداق بھی وہی ہیں جیسا کہ واقعات اور سیاق وسباق اس پر واضح طور پر دلالت کرتا ہے، اور حضرات محدثین کا ان کو کتاب الجہاد میں نقل فرمانا بھی اس کی واضح علامت ہے، لہٰذا یہ تو یقینی ہے کہ ان سارے فضائل کا اولین مصداق جہاد بمعنی قتال فی سبیل اللہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ شرعاً (قرآن وحدیث کی اصطلاح میں) لفظ جہاد اور فی سبیل اللہ کیا صرف اسی معنی کے ساتھ مخصوص ہے یا دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوا ہے؟ اور فی سبیل اللہ کے تعلق سے حدیثوں میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں وہ صرف قتال مع الکفار کے ساتھ مخصوص ہیں یا دوسرے موقعوں کے لئے بھی ہیں؟۔

قرآن پاک میں ''فی سبیل اللہ'' کا اطلاق قتال کے ساتھ ہوا ہے اور یہ لفظ مقاتلین کے واسطے استعمال ہوا ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ للّٰه الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْ نَكُمْ (سورہ بقرہ پ۲)	اللہ کے راستہ میں ان کافروں سے قتال کرو جو تم سے قتال کریں۔
فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورہ نساء پ۵)	آپ اللہ کے راستہ میں قتال کیجئے۔
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پ۵)	جولوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں

لیکن قرآن پاک میں دوسرے موقعوں میں لفظ ''فی سبیل اللہ'' جہاد کے علاوہ دوسرے معانی کے لئے بھی آیا ہے، چنانچہ آیت ”وَاَنْفِقُوْافِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ“ (سورہ بقرہ) (اللہ کے راستہ میں خرچ کرو) میں انفاق سے مراد صرف جہاد میں خرچ کرنا مراد نہیں بلکہ

تمام وجوہ خیر وطاعات میں خرچ کرنا مراد ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: **فی سبیل اللہ یعنی فی طاعة اللہ**، (ابن کثیر ص۲۲۹ ج۱ سورہ بقرہ)

اسی طرح آیتِ مصارف زکوٰۃ میں ''**فی سبیل اللہ**'' سے مراد منقطع الغزاۃ یا منقطع الحاج ہے۔ (مظہری ص۲۳۸ ج۴)

اسی طرح حق تعالیٰ کے فرمان ''**لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَایَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْباً فِی الْاَرْضِ**'' میں فی سبیل اللہ سے مراد مجاہد ومقاتل فی سبیل اللہ ہی نہیں بلکہ حافظ ابن کثیرؒ کی تصریح کے مطابق وہ مہاجرین مراد ہیں جنہوں نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ پاک میں رہائش اختیار کرلی تھی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر مستفید ہوتے تھے۔

''**لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ**'' یعنی **اَلْمُهَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ انْقَطَعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ وَسَکَنُوا الْمَدِیْنَہ** الخ۔ (ابن کثیر ص۳۲۳ ج۱)

اس آیت کے تحت مفسر قرآن حکیم الامت حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے ملک میں اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں'' (بیان القرآن ص۱۶۴ ج۱)

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: **وَھم اھل الصفّة** (روح المعانی ص۴۶ ج۳)

اسی طرح احادیث مبارکہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فی سبیل اللہ کا اولین مصداق بے شک مجاہد اور مقاتل فی سبیل اللہ ہے، چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں ایک صحابی کے سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا:

''**من قاتل لتکون کلمة اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ**'' (بخاری شریف، عمدۃ القاری ص۱۹۷ ج۲)

جس نے اعلاء کلمۃ اللہ کے واسطہ قتال کیا وہ اللہ کے راستہ میں ہے۔

لیکن اس کے علاوہ دوسرے موقعوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فی سبیل اللہ کا اطلاق فرمایا ہے، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

"من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتیٰ یرجع" (مشکوٰۃ شریف ص ۳۴)

اس حدیث پاک میں طلبِ علم کے لئے نکلنے والے کو (یعنی طالب علم کو) آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے راستہ میں ہے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ طالب علم اللہ کے راستہ میں ہے یعنی جہاد میں ہے، کیونکہ طلبِ علم میں احیاء دین بھی ہے، اذلال شیطان بھی ہے، اتعابِ نفس بھی ہے جیسا کہ جہاد میں ہوتا ہے، اس لئے طالب علم کو طلب علم میں جہاد کا ثواب ملے گا۔ **فهو فی سبیل الله ای فی الجهاد لمأن فی طلب العلم من احیاء الدین واذلال الشیطان واتعاب النفس کمافی الجهاد ، ای فله اجر من خرج فی الجهاد الی ان یرجع فی بیته لانه کالمجاهد.** (مرقاۃ ص:۲۸۵ ج ا وحاشیہ مشکوٰۃ)

اس سے زیادہ واضح اور صریح دلیل یہ ہے کہ خود جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی حدیث میں لفظ ''فی سبیل اللہ'' دومرتبہ ارشاد فرمایا ایک کو جہاد (قتال) کے معنیٰ میں اور دوسرے کو عام طاعات اور نیک کاموں میں، آپ سے گھوڑوں کے اجر وثواب یا عقاب کے متعلق ایک مرتبہ سوال کیا گیا، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

گھوڑے کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ اس کا گھوڑا اس کے لئے وِزر یعنی باعث عذاب ہوگا اور وہ وہ ہوگا جس نے گھوڑے (سواری) کو پالا اسلام دشمنی یا ریا کاری کے لئے، دوسرے وہ گھوڑا جو اپنے مالک کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائے گا اور وہ وہ ہوگا جس کے مالک نے گھوڑے کو اللہ کے راستہ میں (جہاد کے لئے) پالا اور رکھا، تیسرے وہ گھوڑا جو اس کے لئے باعث اجر وثواب ہوگا وہ وہ گھوڑا ہوگا جس کے مالک نے اللہ کے راستہ میں اہل اسلام کی خدمت کے لئے (یعنی) دینی کاموں کے لئے پالا اور رکھا۔ **فاما التی هی له وِزر فرجل ربطهاریاء وفخراً ونواءً علی اهل الاسلام فهی له وزر ،واماالتی**

هی ستر فرجل ربطها فی سبیل الله واماالتی هی له' اجر فرجل ربطها فی سبیل الله لاهل الاسلام۔(مسلم شریف باب اثم مانع الزکوۃ ص۳۱۹ ج۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ فی سبیل اللہ کا اطلاق جہاد (قتال) کے علاوہ دوسری طاعات اور نیک کاموں کے لئے بھی ہوتا ہے، چنانچہ صحابہ وتابعین نے بھی فی سبیل اللہ کو دوسرے موقعوں میں عام معنی میں مرادلیا ہے۔

حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الجمعہ ص:۱۲۴ میں نقل فرمایا ہے کہ عبایۃ بن رفاعۃ جمعہ کی نماز پڑھنے جارہے تھے، راستہ میں صحابی رسول حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے عرض کیا: میں جمعہ کی نماز پڑھنے جارہاہوں، اس کے جواب میں صحابی رسول حضرت ابوعبس فرماتے ہیں:

''سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم من اغبرّت قدماه فی سبیل الله حرمه الله علی النار''.

جس کے قدم اللہ کے راستہ میں گردآلود ہوجائیں اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرمادیتے ہیں۔(بخاری شریف ص۱۲۴ ج۱)

دیکھئے صحابی رسول نے جمعہ کی نماز میں جانے والے شخص کو فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں جانے والا قرار دیا، اور اللہ کے راستہ میں نکلنے کے جو فضائل احادیث مبارکہ میں آئے ہیں اس اجروثواب کو بھی اس پر محمول فرمایا۔

اسی لئے علامہ ابن بطال فی سبیل اللہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

المراد من "فی سبیل الله" جمیع طاعاته کہ "فی سبیل اللہ" سے مراد جملہ طاعات ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ابن بطالؒ کی بات بالکل صحیح ہے، البتہ بغیر قرینہ کے جب مطلق لفظ ''فی سبیل اللہ'' بولا جائے اس وقت اس سے جہاد ہی مراد ہوگا۔

وهو کماقال الا ان المتبادر عندالاطلاق من لفظ "فی سبیل الله

'' الجهاد۔(فتح الباری ص۲۳ج۶)

شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ بھی یہی فرماتے ہیں:

''فی سبیل الله'' كناية عن السعی الی الجهاد وهو المتعارف فی الشرع (حاشیہ ترمذی ص۱۹۶ج۱انوادر الفقہ ص۱۱۴۵)

حاصل بحث اور خلاصہ کلام یہ کہ:

(۱) فی سبیل اللہ کا اولین مصداق تو مجاہدین ومقاتلین ہی ہیں یعنی اللہ کے راستہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد (قتال) کرنے والے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲) دوسرے درجہ میں اس کا مصداق وہ لوگ سمجھ میں آتے ہیں جو علم دین یعنی علم شرعی حاصل کرنے کیلئے اپنے گھر یا وطن سے نکلے ہوں، خواہ علم دین فرض عین ہو یا فرض کفایہ۔

''من خرج فی طلب العلم ای الشرعی فرض عين او كفاية فهو فی سبيل الله (مرقاۃ ش شرح مشکوٰۃ ص۲۸۵ج۱)

کیونکہ طلب علم کے لئے نکلنے والوں کو اللہ کے رسول نے صراحتاً فی سبیل اللہ کا مصداق قرار دیا (مشکوٰۃ)

خواہ وہ نکلنا کسی مدرسہ میں داخلہ کے لئے ہو، یا اس کے علاوہ کسی بھی صورت سے، جو بھی علم دین حاصل کرنے نکلے گا وہ اللہ کے راستہ میں ہوگا۔

(۳) تیسرے درجہ میں اس کا مصداق جملہ طاعات وعبادات کرنے والے ہوں گے، جیسا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے علاوہ دینی خدمات کیلئے گھوڑا پالنے کو فی سبیل اللہ میں شامل فرمایا اور صحابی رسول نے جمعہ کی نماز کو بھی فی سبیل اللہ کا مصداق سمجھا، اور علامہ ابن بطال نے اس کی تصریح اور حافظ ابن حجر نے اس کی تائید فرمائی ہے جیسا کہ ماقبل میں گذرا، اور امام بخاری نے واضح طور پر جمعہ کی نماز پڑھنے جانے والے

کو فی سبیل اللہ کے ثواب کا مصداق قرار دیا۔

ان سب کی روشنی میں یقینی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنے جانے والا بھی اللہ کے راستہ میں ہے، عمرہ وحج کرنے والا بھی فی سبیل اللہ کا مصداق ہے، مسجد میں نماز پڑھانے اور امامت کے لئے جانے والا اللہ کے راستہ میں ہے، کسی مدرسہ یا مکتب میں قرآن شریف کے الفاظ ومعانی کو پڑھنے یا پڑھانے کے لئے جانے والا اور احکام شرعیہ وعلوم شرعیہ کی تدریس کرنے والا بھی اللہ کے راستہ میں ہے، کسی دینی محفل اور دینی جلسہ میں وعظ وتذکیر کے لئے یا اصلاح معاشرہ کے جلسہ میں جا کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کے لئے جانے والا بھی اللہ کے راستہ میں ہے، کسی دارالافتاء یا دارالقضاء میں جا کر شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے جانے والا اور مسئلہ بتلانے کے لئے دارالافتاء میں جانے والا مفتی بھی اللہ کے راستہ میں ہے، اپنے کسی روحانی مرض اور باطنی معصیت کو دور کرنے اور توبہ وتزکیہ نفس کے لئے کسی مربی وشیخ کے پاس جانے والا بھی اللہ کے راستہ میں ہے، شرعی حکم کے تحت کسی مریض کی عیادت یا کسی کی تعزیت یا کسی جنازہ میں شرکت کے لئے جانے والا بھی اللہ کے راستہ میں ہے، وغیر ذالک۔

انشاء اللہ یہ سارے حضرات اور اس کے مثل سب کے سب فی سبیل اللہ کے اجر وثواب کے (درجات کے فرق کے ساتھ) مستحق ہوں گے۔

ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں حدیث پاک "مااغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، فتمسہ' لنار. (رواہ البخاری) کے تحت فی سبیل اللہ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"فی سبیل الله" ھوفی الحقیقة کل سبیل یطلب فیه رضاہ ، فیتناول سبیل طلب العلم وحضور صلاة جماعة، وعیادة مریض ، وشھود جنازة ونحوھا ، لکنه عندالاطلاق یحمل علی سبیل الجھاد. (مرقاۃ ص ۳۲۹ ج ۷ کتاب الجہاد الفصل الاول)

(ترجمہ) فی سبیل اللہ کا مصداق دراصل ہر وہ عمل اور طریقہ ہے جس کے کرنے

میں اللہ کی رضا پیش نظر ہو لہٰذا فی سبیل اللہ علم دین کے طلب کرنے ،جماعت سے نماز پڑھنے، مریض کی عیادت کرنے اور جنازہ میں حاضر ہونے اور ان جیسے سارے اعمال کو شامل ہوگا،لیکن جب مطلق بولا جائے تو پھر اس سے جہاد ہی مراد ہوتا ہے۔

حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں:

خروج فی سبیل اللہ بہت عام ہے، دین کی ہر جد و جہد کے لئے نکلنا خروج فی سبیل اللہ ہے، مثلاً علم دین سیکھنے کے لئے ،وعظ کہنے کے لئے ،اصلاحِ نفس کی خاطر کسی بزرگ کی خدمت میں جانے کے لئے تبلیغ کے واسطے جماعت بنا کر نکلنے کے لئے ،کہیں فساد ہو گیا ہوتو مظلوموں کی امداد کے لئے ،اہل باطل کے فتنے سے مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر مناظرہ کرنے کے لئے ، یہ سب خروج فی سبیل اللہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص:۶۱،۶۲ ج۵)

احادیث نبویہ اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں جب جملہ طاعات اور عبادات فی سبیل اللہ کا مصداق بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ان میں ''فی سبیل اللہ'' کے موعود اجر وثواب کی توقع کی جاسکتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مروجہ دعوت وتبلیغ کا کام جس کے افراد جماعتی شکل میں اپنے گھروں سے نکل کر اللہ کے بندوں کے پاس جاتے ہیں،گشت کرتے ہیں،اللہ واسطے خصوصی وعمومی ملاقاتیں کرتے ہیں ، ہفتہ واری اجتماع میں دینی باتیں سننے کے لئے جمع ہوتے ہیں ،چھوٹے بڑے اجتماعات میں طاعات ومعروفات کو پھیلانے کی اور منکرات ومنہیات کو مٹانے کی غرض سے شریک ہوتے ہیں ، الغرض ہر پہلو سے احیاء سنت، اور دعوت حق کی کوشش کرتے ہیں،اور اسی غرض سے تین دن یا چالیس دن کے لئے سفر میں نکل جاتے ہیں ، دور دراز کا سفر طے کر کے دوسرے ملکوں تک اللہ اور اس کے رسول کا پیغام پہنچاتے ہیں تو پھر آخر یہ فی سبیل اللہ کا مصداق کیوں نہیں ہوں گے؟ یقیناً ہوں گے! اور بلاشبہ فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں نکلنے کے جس اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ اس کے بھی مستحق ہوں گے!

یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ نے اللہ کے راستہ

میں نکلنے والوں کے جو اجر وثواب اور فضائل بیان کئے ہیں ان کو موجودہ تبلیغی جماعت میں نکلنے والوں پر بھی چسپاں کیا ہے، اور اس کا مصداق قرار دیا ہے، جو بالکل صحیح ہے ،اس میں نہ کوئی استبعاد ہے نہ کوئی اشکال۔ واللہ اعلم۔ یہ ساری تفصیل ''فی سبیل اللہ'' کے تعلق سے تھی، اب جہاد کے متعلق بھی مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

جہاد کی تشریح اور اس کے مصداق کے تعلق سے غلط فہمی کا ازالہ

جہاد کے خاص معنی

''جہاد'' ایک شرعی اصطلاح ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کے ایک خاص معنی ہیں اور ایک عام معنیٰ، خاص معنیٰ وہ ہیں جس کو ہم حقیقی جہاد کہہ سکتے ہیں، اور اطلاق عام میں جہاد کے خاص معنی ہی مراد ہوتے ہیں۔

ملاعلی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

الجهاد بكسر اوله وهو لغة المشقة وشرعاً بذل المجهود فى قتال الكفار مباشرة أومعاونة بالمال أوبالرأى أوبتكثير السواداوغيرذالك ۔(مرقاۃ ص۳۱۹ ج۷)

یعنی جہاد کے لغوی معنی تو مشقت کے ہیں اور شرعاً جہاد کہتے ہیں کفار سے مقابلہ اور قتال کرنے کو خواہ براہ راست یا مال اور رای وغیرہ کی مدد کے ذریعہ۔

یہ جہاد وہ ہے جس کے خاص شرائط ہیں کہ ان شرائط کے بغیر جہاد کرنا جائز ہی نہیں ہوتا، جس کے نتیجہ میں قتال اور پھر فتح اور مال غنیمت کا حصول ہوتا ہے، اور جس کے نتیجہ میں کبھی وہ اعلیٰ درجہ کی شہادت نصیب ہوتی ہے شریعت میں جس کے خاص فضائل اور احکام وارد ہوئے ہیں کہ بغیر غسل کے دفن کر دیئے جانے کا بھی حکم ہے، یہی وہ جہاد ہے جو شرائط کے پائے جانے کی صورت میں عام حالات میں فرض کفایہ ہوتا ہے اور بعض خاص

حالات میں فرض عین ہوجاتا ہے، ایسا فرض کہ ہر شخص کے لئے جہاد میں نکلنا فرض ہوجاتا ہے ورنہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب کی وعید آئی ہے، جہاد کے اسی خاص معنی کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الجهاد ماض منذ بعثنى الله الى أن تقاتل أخر أمتى الدجال الح

(ابوداؤد، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۷/۳۲۰)

جب سے اللہ نے مجھ کو مبعوث کیا جہاد برابر جاری رہے گا حتیٰ کہ میری امت کے آخری مجاہد دجال کو قتل کریں گے۔

قیامت تک جو جہاد جاری رہے گا اس سے مراد یہی قتال ہے جیسا کہ حدیث پاک کا آخری لفظ خود اس پر دلالت کر رہا ہے، اسی جہاد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو ددت أن أقتل فى سبيل الله ثم أحييٰ ثم أقتل ثم أحييٰ، ثم أقتل

(متفق علیہ، مرقاۃ ص ۳۲۵ ج ۷)

(ترجمہ) میری تمنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔

جہاد کے ایک خاص معنی تو یہ ہوئے یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار سے مقابلہ کرنا، قتال کرنا، جس کے خاص شرائط ہیں، خاص احکام ہیں، خاص فضائل ہیں، اس خاص معنی کے لحاظ سے تو موجودہ دعوتی وتبلیغی کام کو جہاد کا مصداق ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اس دعوت وتبلیغ کے لئے نہ وہ شرائط ہیں نہ وہ احکام ہیں جو جہاد کے لئے ضروری ہیں، اور اس راہ میں وفات پانے والا نہ اس معنی کر شہید ہوگا جس کو بغیر غسل کے دفنانے کا حکم ہے، اور نہ ہی ان وعیدوں کا وہ شخص مستحق ہوگا جو جہاد کے فرض عین ہونے کی صورت میں نہ نکلنے کی صورت میں مستحق ہوتا ہے، جس کو جہاد کی ایک خاص قسم قرار دیا گیا ہے، شریعت میں اس کو نفیر عام کہا جاتا ہے کہ بیٹا باپ سے پوچھے بغیر غلام آقا سے پوچھے بغیر،

جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو ورنہ وعید کا مستحق ہوگا جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْامَالَکُمْ اِذَاقِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَّلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَامَتَا عُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّاقَلِیْل ،اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ،وَیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ (توبہ پ۱۰)

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم کو کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے اللہ کے راستہ میں (جہاد میں) نکلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے لگے جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کرلی، تو سن لو دنیاوی مال ومتاع آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے، اگر تم (جہاد میں) نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب میں مبتلا کردے گا، اور تمہاری جگہ دوسری قوموں کو پیدا کردے گا۔(بیان القرآن)

یہ آیت خاص قتالِ کفار سے متعلق ہے اور جہاد کی ایک خاص قسم جس کو نفیر عام کہا جاتا ہے، جس میں جہاد میں نکلنا تمام لوگوں کے لئے فرض عین ہوجاتا ہے حتیٰ کہ غلام آقا کی اجازت کے بغیر اور بیٹا باپ سے پوچھے بغیر نکل جانے کا مکلّف ہے، اگر ایسا نہ کرے گا تو پھر ''عذاب الیم'' کی وعید سنائی گئی ہے، بعض مفسرین نے اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے لیکن علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے البتہ جہاد کی ایک خاص حالت سے اس کا تعلق ہے فرماتے ہیں:

وقدتکون حالة یجب فیھا نفیر الکل وذالک اذا تعین الجھاد بغلبة العدو علی قطر من الأقطار فاذاکان ذالک وجب علی جمیع اھل تلک الدار ان ینفروا ویخرجوا الیه خفا فا وثقالا شبابا وشیوخا الخ

(قرطبی ص۱۵۷ ج۸، مرقاۃ ص۳۲۰ ج۷، کتاب الجہاد، واحکام القرآن ص۱۱۹ ج۳)

یعنی بسا اوقات ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ اس میں سب کا نکلنا واجب ہوجاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ کسی ملک پر دشمن کے غلبہ کی وجہ سے جہاد کرنا

متعین ہو جائے جب ایسے خطرناک حالات ہوں تو ملک کے تمام لوگوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ نفیر عام کریں اور ہر حال میں جہاد کے لئے نکل پڑیں خواہ جوان ہوں یا بوڑھے، مالدار ہوں یا غریب، ہلکے ہوں یا بوجھل۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جہاد کے اس خاص معنی کے لحاظ سے مروجہ تبلیغی جماعت کا کام جہاد کا مصداق نہیں ہے اور خاص وہ فضائل جو قرائن سے اسی جہاد کے متعلق ہیں یا وہ وعیدیں جو جہاد کے اس خاص معنی سے متعلق ہیں ان کو تبلیغی جماعت پر منطبق کرنا یعنی ان وعیدوں کو سنا کر جماعت میں نکلنے پر زور دینا اور نہ نکلنے کی صورت میں اس وعید اور ''عذاب الیم'' کا مستحق قرار دینا اصولاً غلط ہے، بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے فرمان کے مطابق تحریف معنوی کا مصداق ہے، جس سے بچنا لازم ہے۔ (الفوز الکبیر ص ۲۹، ۳۰)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب تبلیغی جماعت سے متعلق اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

جہاد کے تو ایک مخصوص معنی ہیں یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے قتال کرنا، اور ظاہر ہے کہ یہ تحریک (تبلیغی جماعت) اس معنی کے لحاظ سے جہاد نہیں۔ ۔۔۔۔ترک قتال کی وعیدیں اس پر چسپاں کرنا صحیح نہیں، ہاں ترک تبلیغ اور مداہنت کی وعیدیں اس کے ساتھ متعلق ہوں گی۔ (کفایت المفتی ص ۱۱ ج ۲)

حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور تحریر فرماتے ہیں:

جو فضائل خاص طور سے جان فروشی اور سر کٹانے کے بارے میں وارد ہیں اس میں ان تبلیغی اسفار کو داخل ماننا اشکال سے خالی نہیں۔ (نوادر الفقہ ص ۱۳۶)

جہاد کے عام معنی

قرآن وحدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ جہاد کفار سے قتال اور مقابلہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے اور اس سلسلہ میں بکثرت آیات

واحادیث وارد ہوئی ہیں، مثلاً حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: یَاأَیُّهَاالنَّبِیُّ جَاهِدِالْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ
(ترجمہ) اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے۔ (سورہ توبہ۱۰)
اس آیت میں جہاد کرنے کا حکم منافقین سے بھی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قتال کے معنی میں نہیں ہوسکتا کیونکہ منافقین سے قتال مشروع نہیں تھا۔
اسی طرح آیت وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْافِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت پ۲۱)
(ترجمہ) اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے رستے ضرور دکھادیں گے۔ (بیان القرآن) میں جہاد سے مراد صرف قتال نہیں ہے۔
اسی طرح حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا کَبِیْرًا، یہاں بھی جہاد کے وہ معنی یعنی قتال مراد نہیں ہیں، بلکہ اس سے تبلیغ مراد ہے۔
حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:
یعنی عام اور تام تبلیغ کیجئے یعنی سب سے کہئے اور بار بار کہئے۔ (بیان القرآن پ۱۹)
اسی طرح احادیث کو دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
جاهدوالمشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم (مشکوٰۃ شریف، کنزالعمال ص۱۰۸۷۱)
(ترجمہ) مشرکین سے جہاد کرو اپنے مالوں سے، جانوں سے، زبانوں سے۔
المجاهدمن جاهد بنفسه فی طاعة الله (مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۹۵۸۷)
(ترجمہ) مجاہد تو وہ ہے جو اللہ کی طاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔
من جاء مسجدی هٰذا لم یاته الا لخیر یتعلّمه' اویعلّمه' فهو بمنزلة المجاهد فی سبیل الله. (ابن ماجہ باب فضل العلماء حدیث نمبر ۲۲۷)
الغدوة والرواح الی المسجد من الجهادفی سبیل الله (طبرانی مجمع الزوائد ۲/۱۴۷)
ان دونوں حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح وشام مسجد میں آنے والوں، اسی طرح مسجد میں آکر علم دین سیکھنے وسکھلانے والوں کو مجاہد فی سبیل اللہ فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث پاک میں ایسے لوگوں کا تذکرہ فرمایا جوخود تو عمل نہیں کرتے ، دوسروں سے کہتے ہیں ، اور ایسے کام کرتے ہیں جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا ، آپ نے ایسے لوگوں سے جہاد کرنے کی بابت فرمایا ہے کہ جو اپنے ہاتھ سے ان سے جہاد کرے وہ مومن ہے ، اور جو ان سے زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے ، اور جو دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے ، اس کے بعد پھر کوئی ایمان کا درجہ نہیں ۔

یقولون مالا یفعلون ،ویفعلون مالایؤمرون ،فمن جاھدھم بیدہ فھو مؤمن ،ومن جاھدھم بلسانہٖ فھو مؤمن ، ومن جاھدھم بقلبہٖ فھو مؤمن ولیس وراء ذالک من الایمان حبة من خردل۔ (مسلم شریف کتاب الایمان فتح الملہم ۱/۲۰۷)

أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر (نسائی شریف حدیث نمبر ۴۲۰۹)

ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کا ظاہر کردینا افضل جہاد ہے ۔

یہ اور اس کے مشابہ اور بھی بعض آیات واحادیث جن میں جہاد کا لفظ آیا ہے ، اس سے جہاد کے وہ خاص حقیقی معنی مراد نہیں ہیں جس پر عمل کرنے کے لئے خاص شرائط اور اس کے خاص احکام ہیں ، اور عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں وعیدیں آئی ہیں ، بلکہ عام معنی کے لحاظ سے اس کو جہاد میں شمار کیا گیا ہے ، یہ جہاد کبھی اپنے نفس سے ہوتا ہے ، کبھی فاسقوں فاجروں سے اور کبھی اہل بدعت واہل باطل سے ، کبھی شیاطینِ جن وانس سے ، کبھی تقریر کے ذریعہ کبھی تحریر کے ذریعہ ، کبھی فرض وواجب ہوتا ہے اور کبھی سنت ومستحب ۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری شرح ابوداؤد میں حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں :

قال الحافظ الجهاد شرعا بذل الجهد فی قتال الکفار ، ویطلق ایضا علیٰ مجاهدة النفس والشیطان والفساق ، فأما مجاهدة النفس فعلی تعلّم الدین ثم العمل بها ثم علی تعلیمها ، وأما مجاهدة الشیطان فعلی دفع مایاتی بہٖ من الشبهات ومایزینه

من الشهوات ، واما مجاهدة الكفار فتقع باليد والمال واللسان والقلب ،وأما مجاهدة الفساق فباليد، ثم اللسان ، ثم القلب . (بذل المجهود شرح ابوداؤد، کتاب الجہاد ص۲۰۰ ج۳ ہندیہ)

(ترجمہ) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں شریعت میں جہاد کفار سے قتال کرنے کو کہتے ہیں، اوراس کا اطلاق نفس اور شیطان اور فساق سے جہاد کرنے پر بھی کیا جاتا ہے، نفس کا جہاد یہ ہے کہ پہلے علم دین حاصل کرنا پھر اس کے مطابق عمل کرنا پھر دوسروں کو تعلیم دینا، شیطان سے جہاد یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور احکام پر جو شبہات پیدا کئے جائیں، اعتراضات کئے جائیں ان کو دفع کرنا، اور شہوات کے قبیل کی چیزیں جن کو شیطان مزین کرکے پیش کرے ان کا مقابلہ کرنا اوران کو دفع کرنا، اور کافروں سے جہاد ہاتھ سے بھی ہوتا ہے، مال سے بھی، زبان سے بھی، قلب سے بھی، اور فاسقوں سے جہاد (منکرات کو ختم کرنے کے سلسلہ میں) ہاتھ سے ہوتا ہے پھر زبان سے پھر دل سے (یعنی ہاتھ اور زبان سے قدرت نہ ہونے کی صورت میں دل سے برا سمجھتا ہے،)

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ جہاد کے اسی عام معنی کے اعتبار سے تحریر فرماتے ہیں:

''دین کے لئے جو کچھ جدوجہد ہو وہ جہاد ہے، حتیٰ کہ دین کی تعلیم دینا، کتاب تصنیف کرنا، وعظ کہنا، مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا، مسئلہ بتانا، سب ہی جہاد ہے وہ قتل ہونے کے ساتھ مخصوص نہیں، اسی لئے امام نوویؒ نے جہاد کی تیرہ قسمیں لکھی ہیں، لہٰذا جہاد کو تلوار کے ساتھ خاص کردینا قرآن وحدیث کے رو سے غلط ہے، اور بالکل غلط ہے، بلکہ جہاد کی آیات واحادیث عام ہیں، سب قسموں کو شامل ہیں، اسی طرح خروج فی سبیل اللہ کا مفہوم بھی عام ہے''۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۰۳ ج۵)

جہاد کی اس نوع کے واسطے علمی صلاحیت اور لیاقت شرط ہے، اسی لئے علمی اشتغال وانہماک اور علم دین کے حصول کو بھی افضل الجہاد کہا گیا ہے بلکہ امام ابوبکر جصاص رازیؒ نے جہاد کی دوسری تمام قسموں کے مقابلہ میں علمی جہاد کو سب سے افضل

قرار دیا ہے کیونکہ جہاد کی تمام قسمیں علمی جہاد ہی پر موقوف ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

فان قيل فاى الجهادين افضل اجهاد النفس والمال ام جهاد العلم؟ قيل له الجهاد بالسيف مبنى على جهاد العلم وفرع عليه ، لانه غير جائز ان يعدوا فى جهاد السيف مايوجبه العلم ،فجهاد العلم اصل وجهاد النفس فرع والأصل اولىٰ بالتفضيل من الفرع۔ (احکام القرآن ص۱۱۹ ج۳)

امام ابوبکر جصاص رازیؒ کے فیصلہ کے مطابق تو علم دین حاصل کرنا اور علمی انہاک، تعلیم وتعلم جہاد بالسیف سے بھی افضل ہے، کیونکہ جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم جہاد بالسیف ہے اور وہ بھی علم دین ہی پر موقوف ہے لہٰذا وہ فرع اور علمی جہاد اصل ٹھہرا، اسی طرح باقی جہادوں کو سمجھنا چاہئے۔ واللہ اعلم

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

عالمگیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی شہر میں صرف ایک ہی عالم ہو جو مسئلہ مسائل بتاتا ہو اور اس کے جہاد میں چلے جانے سے یہ اندیشہ ہو کہ پھر کوئی مسئلہ بتانے والا نہ رہے گا تو ایسے شخص کو جہاد میں جانا جائز نہیں۔ (الافاضات الیومیہ ص ۷۱ ج ۱۰)

لیکن جہاد کے یہ سارے اقسام عام معنی کے لحاظ سے ہیں، اس عام معنی کے لحاظ دعوت وتبلیغ اور مروجہ تبلیغی جدوجہد بھی بلاشبہہ جہاد کا مصداق بن سکتی ہے، لیکن اس کے ترک پر جہاد کی پہلی قسم کی وعیدیں اس پر منطبق نہیں کرسکتے، البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کا اور مداہنت کا گناہ اور اس کا وبال ہوگا، جس کا تذکرہ دوسری حدیثوں میں آیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

جہاد کے دوسرے معنی اللہ کے راستہ میں کوشش اور ریاضت سے کام لینا، اس معنی کے لحاظ سے اس تحریک (تبلیغی جماعت) کو جہاد کہہ سکتے ہیں، ترک قتال کی وعیدیں اس پر چسپاں کرنا صحیح نہیں، ہاں ترک تبلیغ اور مداہنت کی وعیدیں اس کے ساتھ

متعلق ہوں گی۔ (کفایت المفتی ص ۱۱ ج ۲)

حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

جہاد کہتے ہیں خدا کے دین کی خاطر محنت ومشقت جدوجہد کرنے کو، اس کی بہت سی صورتیں ہیں، ایک صورت یہ بھی ہے جو تبلیغی جماعت کرتی ہے۔ اور خدا کے راستے میں جان دیدینا یعنی دشمنوں سے لڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لئے مقتول ہوجانا یہ جہاد کا بڑا درجہ ہے جو کہ قتال سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص: ۱۳۴ ج ۵)

تنبیہ: واضح رہے کی جہاد کے اگرچہ مختلف انواع واقسام ہیں جس کی تفصیل ماقبل میں گذری، لیکن آخرت میں اجر وثواب اور درجات کے اعتبار سے ان میں بہت فرق ہوگا، جیسا کہ حدیث شریف میں جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان فی الجنة مائة درجة اعدها الله للمجاهدين فی سبيل الله، ما بين الدرجتين كما بين السماء والارض۔ (بخاری شریف، فتح الباری ص ۱۱ ج ۱)

ترجمہ: (بے شک جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کیلئے تیار کیا ہے ان درجوں میں باہم اتنا فرق ہے جیسا آسمان اور زمین کے درمیان) کیونکہ اجر وثواب کا مدار اخلاص اور مشقت پر ہے، اور اس بات کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کے اندر کتنا اخلاص ہے اور کس نے کتنی مشقت برداشت کی ہے، ظاہری یا باطنی، حسّی یا معنوی۔ واللہ اعلم۔

اہل علم اور اصحابِ فضل وکمال کی خدمت میں

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی جماعت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

یہ ایک حقیقت ہے جس کو بلا کسی توریہ وتملق کے کہا جاتا ہے کہ اس وقت عالم

اسلام کی وسیع ترین، قوی ترین، اور مفید ترین دعوت تبلیغی جماعت کی دعوت ہے، جس کا مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی ہے۔

دعوتوں اور تحریکوں اور انقلابی واصلاحی کوششوں کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب کسی دعوت وتحریک پر کچھ زمانہ گذر جاتا ہے، یا اس کا دائرہ عمل وسیع تر ہو جاتا ہے، تو اس دعوت وتحریک میں بہت سی ایسی خامیاں، غلط مقاصد اور اصل مقصد سے تغافل شامل ہو جاتا ہے جو اس دعوت کی افادیت وتاثیر کو کم یا بالکل معدوم کر دیتا ہے، لیکن یہ تبلیغی جماعت ابھی تک جہاں تک راقم کے علم ومشاہدہ کا تعلق ہے بڑے پیمانہ پر ان آزمائشوں سے محفوظ ہے۔

(مقدمہ منتخب احادیث ص ۵)

اے ارباب علم اور اصحاب فضل وکمال! تبلیغی جماعت کا دعوتی کام ہمارے اکابر واسلاف اور ہمارے مشائخ کا قیمتی سرمایہ اور ان کی میراث ہے، جس کو انہوں نے نبی کی نیابت میں امت میں دینی بیداری کے لئے ہمہ گیر پیمانہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں شروع کیا اور اس کے حدود وقیود آداب اور آئندہ کے لئے خطوط متعین کئے، اب اس کام کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ہے، اکابر واسلاف کو جو کرنا تھا کر کے چلے گئے تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ، اب ہماری باری اور ہمارا نمبر آیا ہے، ہم کو اپنے عوام کو سنبھالنا اور ان کو لے کر چلنا ہے۔

ہمارے پاس ذرائع ابلاغ یا ایسی کوئی طاقت نہیں جس سے ہمہ گیر اور عمومی پیمانہ پر امت میں دینی بیداری اور انقلابی کیفیت پیدا کر سکیں یا ان کو دینی پلیٹ فارم میں جمع کر سکیں، اس معنی کر بلاشبہہ تبلیغی کام نہایت مفید وموثر اور اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس سے امت میں عمومی پیمانے پر دینی شعور پیدا ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔

اب اس تبلیغی کام کو جس کو ہمارے اکابر نے گویا خون پسینہ سے سینچا ہے اس کام کی حفاظت کرنی ہے اور اس کو مستحکم کرنا ہے، اس میں جو خس وخاشاک اور روڑے

وکانٹے داخل ہوگئے ہوں ان کو دور کرکے اس کام کو لے کر چلنا ہے اور اپنے دینی بھائیوں کی سرپرستی کرنا ہے، ہمارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سفارشیں فرمائی ہیں امت کوتکریم وتعظیم علماء کا حکم دیا ہے یہ بھی سفارش فرمائی کہ ان کی لغزشوں کو معاف کردیا کرو، یہ بھی فرمایا کہ جوان کا اکرام نہ کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور مثال دے کر آپ نے فرمایا۔

ان مثل العلماء فی الارض کمثل النجوم فی السماء یهتدی بها فی ظلمات البر والبحر ،فاذانطمست النجوم اوشک ان تضل الهداة

(مسند احمد ص ۱۵۷ ج ۳ مجمع الزوائد ص ۱۲۱ ج ۱)

اس روئے زمین پر علماء کی مثال آسمان کے ستاروں کی سی ہے جن سے خشکی اور تری کے اندھیروں میں رہنمائی حاصل کی جاتی، جب یہ ستارے بے نور ہوجائیں تو بہت خطرہ ہوتا ہے کہ راستہ چلنے والے بھٹک جائیں۔

بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اہل علم اس امت کے لئے ستارے اور روشن چراغ ہیں، ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے روشن چراغ کی روشنی امت کو پہنچاتے رہیں، اور اسی جذبہ شفقت سے تبلیغی کام سے بھی ربط رکھیں، ان کے خصوصی وعمومی پروگراموں میں شریک ہوں ان کے مشوروں میں بھی شریک ہوکر اپنے مفید مشوروں سے ان کی رہنمائی کریں، اس طبقہ میں اگر کچھ خامیاں وکوتاہیاں ہورہی ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق **بشّروا ولا تنفّروا یسّروا ولا تعسّروا** (مسلم شریف) پر عمل کرتے ہوئے سنجیدگی ونرمی اور حکمت علمی وتدبیر سے ان کی اصلاح کی کوشش کریں اور ان کی مدد کریں۔ [1]

[1] **فان الجهاد ضرب من الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، ولورأینا فاسقا یامر بمعروف وینهی عن منکر کان علینا معاونته علی ذالک۔** (احکام القرآن ص ۱۱۹ ج ۳)

اور انہیں ہدایات وخطوط کے مطابق کام کو آگے بڑھائیں جن کو ہمارے اسلاف چھوڑ کر گئے ہیں[1]،اس کے لئے ہم کو دو کام کرنے ہوں گے ایک تو باطنی سبب کے درجہ میں وہ یہ کہ استغفار وتوبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا مانگنا، جو بھی دل میں آئے،
اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنِیْ، اَللّٰهُمَّ اَدِّبْنِیْ اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ ،اَللّٰهُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ،

---

[1] حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب ارشاد فرماتے ہیں:
تبلیغ کا ایک کام ہو رہا ہے اور فائدہ بھی ظاہر ہے اس میں بعض نقائص بھی ہیں لیکن فوائد بھی ہیں لہٰذا اگر نقائص پر زور دیا گیا تو وہ فوائد بھی بند ہو جائیں گے، لہٰذا یہ ہونا چاہئے کہ جو فوائد ہیں وہ چلتے رہیں اور جو نقائص ہیں ان کی اصلاح کرتے رہیں۔۔۔۔اگر تبلیغی سلسلہ میں کوتاہی ہے تو آپ اصلاح کی کوشش کریں، اگر اصلاح نہیں ہوتی تو اتنا زور نہ دیں کہ جو اس سے فوائد مرتب ہوتے ہیں وہ بھی بند ہو جائیں۔
علماء کو چاہئے کہ (اصلاح کے) جو طریقے ان کے ذہن میں ہوں، تبلیغی جماعت کے ذمہ داروں کے سامنے پیش کریں، یہ نہیں کہ عوام کے سامنے پیش کر دیں، ورنہ عوام تو سرے سے تبلیغ سے بدظن ہو جائیں گے، اگر عوام میں یہ اعلان کیا کہ یہ طریقہ غلط ہے تو عوام بدظن ہو کر چھوڑ دیں گے، نہ تعلیم کے رہیں گے نہ تبلیغ کے، اس کا طریقہ یہی ہے کہ ذمہ داران تبلیغ سے کہئے کہ اس کی رعایت کی جائے، اگر وہ مناسب سمجھیں گے تو مان لیں گے، اگر مان لیا تو فبہا اور اگر نہیں مانا تو ان کا وہ طرز ہے اس پر چل رہے ہیں۔
علماء کے لئے مناسب نہیں کہ اس کی مخالفت کریں وہ ایک ڈھنگ اختیار کر کے اس پر چل رہے ہیں آپ دوسرا ڈھنگ اختیار کریں، اس کی ضرورت نہیں ہے کہ اس میں ٹکراؤ پیدا کیا جائے کہ وہ کہیں تم میرے راستے پر آ جاؤ اور تم ان سے کہو کہ ہمارے راستے پر آ جاؤ، اس سے مخالفت پیدا ہوگی، لہٰذا تم دوسرا راستہ اختیار کرو۔
بہر حال تبلیغ ان پر بھی فرض ہے اور آپ پر بھی فرض ہے یہ کام ہر ایک کے ذمہ ہے یہ طریقہ جو ہے کہ علماء اعتراض کریں مبلغین پر اور مبلغین اعتراض کریں علماء پر، اس سے ضعف اور ٹکراؤ پیدا ہوگا اور جو کام ہو رہا ہے وہ بھی رک جائے گا، اب اگر علماء حضرات جماعت تبلیغ کے مقابل آ جائیں اور جماعتِ تبلیغ مد مقابل علماء کے آ جائیں، اور جماعت والے یوں کہیں کہ علماء کا کام صرف یہ ہے کہ وہ مدرسہ میں بیٹھ کر کتابیں پڑھائیں، ان کے پاس دعوت کا کام نہیں ہے، اور علماء یوں کہیں کہ جاہل لوگ تبلیغ کا کام کرتے ہیں، ان کو شعور نہیں ہے تو اس سے ان میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا ضروری یہ ہے کہ ایک جماعت دوسرے سے مل کر کام کرے تبلیغ والے افراد لوگوں میں جذبات دین پیدا کریں، اور علماء حضرات مکاتب (مدرسے) قائم کرتے چلے جائیں۔ (مجالس حکیم الاسلام ص۱۹۴)
باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

دوسرا کام ظاہری سبب کے درجہ میں اختیار کرنا ہوگا وہ یہ کہ اس سلسلہ کے اپنے اکابر کی ہدایات وتنبیہات سے استفادہ کرنا ہوگا، مثلاً حضرت مولانا الیاسؒ کے ملفوظات اور آپ کے وہ مکتوبات جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام تحریر فرمائے، اسی طرح ''مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت'' کتاب بھی، ان ہدایات کی روشنی میں آپ محسوس کریں گے کہ مسلسل کام کرنے کی اور کام کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے، اور ابھی بہت کام باقی ہے کیونکہ حضرت مولانا الیاسؒ کے فرمان کے مطابق تو یہ چلت پھرت ہمارے کام کی ابتداء اور الف، ب، ت، ہے اصل مقصد امت کو **جمیع ماجاء به النبی صلی اللہ علیه وسلم** پر لانا ہے، اور دین کے سارے ہی شعبے زندہ کرنا ہے، اور سارے شعبوں کے زندہ کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی تشریح وتعلیم کے لئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تعلیمات سے بھی فائدہ اٹھانا ہے جس کو حضرت مولانا الیاسؒ نے فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ طریقہ میرا اور تعلیم حضرت تھانویؒ کی ہو۔ (ملفوظات مولانا الیاس صاحبؒ ص:۳۲ وغیرہ)

(بقیہ حاشیہ) تبلیغی جماعت نے ایک ڈھنگ متعین کرلیا ہے، حالات کو دیکھ کر کے، تو آپ انہیں پرکھیں، اس لحاظ سے کہ وہ اس میں پورے اتر رہے ہیں یا نہیں، اگر آپ دوسرے معیار سے ان کو پرکھیں گے تو وہ ان کے موضوع ہی میں داخل نہیں، تبلیغ کا موضوع نفس دین کو پہنچانا ہے کہ بھائی دین پر قائم رہو، لہٰذا ہر ایک کو اس کے موضوع کے لحاظ سے پرکھنا چاہئے اگر وہ اپنے موضوع میں مکمل ہے تو ٹھیک ہے، اسی طرح مدارس ہیں انہیں جانچا جائے گا تعلیم کے معیار سے کہ تعلیم ہو رہی ہے یا نہیں پھر وقت پر ہو رہی ہے یا نہیں نصاب پورا ہوتا ہے کہ نہیں نہ اس معیار سے کہ انہوں نے کتنے گشت کئے، کتنے چلّے دیئے، اور کس کس کے گھر گئے، کیونکہ یہ ان کا موضوع نہیں ہے۔

(خلاصہ یہ کہ) دعوت الی اللہ کا موضوع ہے کہ دین پر آؤ اور پھر تعلیم پاؤ تو معلوم ہوا کہ ایک دوسرے سے مربوط ہے مگر لوگوں نے ایک دوسرے کو مقابل میں ڈالدیا ہے، جو درست نہیں ہے، بلکہ تعلیم کے لئے تبلیغ ضروری ہے اور تبلیغ کے لئے تعلیم ضروری ہے، اگر کوئی تبلیغ تعلیم سے کٹ جائے تو وہ تبلیغِ جہالت ہوگی، تبلیغِ دین نہ ہوگی، تو تعلیم کا تقاضا یہ ہے کہ تبلیغ کی طرف لاؤ اور تبلیغ کا تقاضا یہ ہے کہ تعلیم کی طرف لاؤ یہ ایک دوسرے کے لئے لازم ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام ص ۱۹۰، ۲۰۱)

بہتر ہوگا اور استفادہ آسان ہوگا اگر اپنے تبلیغی اکابر کی ہدایات جو دعوت وتبلیغ کے سلسلہ کی ہیں اور ملفوظات ومکتوبات یا بعض دیگر اکابر کی کتب میں منتشر ہیں ان کو یکجا اور عنوان کے تحت مرتب کر دیا جائے ،حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے افادات پر مشتمل یہ رسالہ بھی اسی کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔

منتخب صفات، داعی کے اوصاف اور تبلیغی چھ نمبروں کی تفصیل بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تشریح وتوضیح کے ساتھ مرتب کر دی جائے ،تو انشاء اللہ اس سے بڑی آسانی ہوگی اور ہمارا تبلیغی کام انشاء اللہ مستحکم اور مفید سے مفید تر ہوتا چلا جائے گا،اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے تاریخ کی روشنی میں جس خطرہ سے خبردار کیا ہے انشاء اللہ اس سے حفاظت رہے گی،اس کے لئے ضروری ہوگا کہ تبلیغی کام سے اور اصحابِ تبلیغ سے ہمارا ربط ہو، علاقہ کے تبلیغی مرکز اور اس کے پروگراموں ،مشوروں وغیرہ میں بھی ہماری شرکت ہو انشاء اللہ اس کے اچھے ثمرات ہوں گے۔

اصحاب تبلیغ کی خدمت

اصحاب تبلیغ کے عوام وخواص کے لئے بڑی سعادت بلکہ ذمہ داری کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنے علماء سے وہ ربط اور برتاؤ رکھیں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت اور سفارش فرمائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أوصى الخليفة من بعدى بتقوى الله ...وأوصيه ان يوقر عالمهم (مختصراً)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور وصیت کرتا ہوں کہ ان کے علماء کی عزت کرے۔

(بیہقی ص ۱۶۱ ج ۸، منتخب احادیث ص ۵۳۳)

آپ نے فرمایا:

لیس من أمتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا، ویعرف لعالمینا حقه‘

(مسند احمد، طبرانی ص ۳۳۸ ج ۱)

(ترجمہ) جو شخص ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

(منتخب احادیث ص ۱۵۰)

آپ نے فرمایا:

اقیلوا ذوی الھیأ ت عثراتھم الاالحدود، (ابوداؤد، عن عائشہ حدیث نمبر ۴۳۷۷)

(ترجمہ) ذوی الہیآت حضرات کی لغزشیں اور خطائیں نظر انداز یعنی معاف کر دیا کرو، الا یہ کہ ایسی کوئی غلطی ہو جس کا حدود سے تعلق ہو۔

اس میں علماء، مشائخ، ائمہ مساجد اور اصحاب مدارس وغیرہ سبھی شامل ہیں جن کی غلطیوں کو معاف کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش فرمائی ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: **مثل العلماء فی الارض کمثل النجوم یھتدی بھا۔**

(مسند احمد ص ۱۵۷ ج ۳)

اس روئے زمین علماء کی مثال آسمان کے ستاروں کی سی ہے، جن سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔

فائدہ: مراد یہ ہے کہ علماء کے نہ ہونے سے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

(منتخب احادیث ۳۰۸)

بلاشبہ علماء کرام منارہ علم، اور ہدایت کے روشن چراغ ہیں ان سے روشنی حاصل کرنا چاہئے، اور ان سے روشنی حاصل کرنے کے لئے ان سے ربط رکھتے ہوئے اپنے کاموں میں ان کو شریک کرنے کی کوشش کرنا چاہئے، اور اکابرِ تبلیغ نے علماء ومشائخ کی نسبت سے

جو ہدایتیں وآداب لکھے ہیں ان کی بھی رعایت اور ہمیشہ ان کا استحضار رکھنا چاہئے۔

دعوت وتبلیغ کے بہت سے انواع ہیں وہ بھی تبلیغ کے مختلف انواع کو اختیار کئے ہوئے ہیں، ہم ان سے عاجزانہ درخواست کر کے اپنے کاموں میں ان کو شریک کریں، ان کی ہدایات اوران کے مشوروں کو خاص اہمیت اور ترجیح دیں اور کوشش کریں کہ ہر علاقہ میں تبلیغی کام کا ذمہ دار اور امیر نائبِ رسول، نبی کا جانشین، یعنی عالمِ دین ہی ہو، اس کی کوشش اور اس کا انتظار نہ کریں کہ جب پورے طور پر وہ ہمارے کام میں دخیل اور منسلک ہوجائیں تب ہی ہم اس کی نبی کی نیابت کو قبول کریں، ان کی تھوڑی سی قربانی اور شرکت وحمایت کو بھی غنیمت جانیں، اوران کی سرپرستی حاصل کریں، ان کو حالات کی اطلاع کریں اوران کے قابل عمل مشوروں کو ترجیح دیں، یہ نہ سمجھیں کہ وہ دینی وتبلیغی کام نہیں کررہے ہیں، نبی کی نیابت میں وہ بھی دین کے بہت سے شعبوں کی ذمہ داری لئے ہوئے ہیں بلکہ وہ جو دینی کام کررہے ہیں ان کے کاموں میں بھی ہمارا تعاون اور شرکت ہوتی رہنی چاہئے، تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (سورہ بقرہ پ۲) نیکی اور تقویٰ کے تمام کاموں میں ہم کو تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔

ہم کو چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اہل علم کے حقوق واجبہ اور حقوق نافلہ کو معلوم کریں اوران کو ادا کرتے رہیں انشاء اللہ وہ ہمارے کام میں شریک ہوں گے اور ہماری رہنمائی کریں گے، شیطان اور دشمنانِ اسلام کی تو سازش ہی ہے کہ عوام وخواص، علماء وعوام، اہل مدرسہ واہل تبلیغ، اہل تبلیغ واہل خانقاہ میں آپس میں دوری کردیں اور عوام کا علماء سے رابطہ کاٹ دیں، سب ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں، اور اپنے علماء واکابر (جن کی تعظیم وتکریم کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے ان) کی مخالفت کر کے ان سے مقابلہ کرنے لگیں، ایسا کریں گے تو ہم اللہ کی نصرت سے محروم اور پست ہمت، کم ہمت اور کمزور ہوتے چلے جائیں گے، اور ہماری ہوا اکھڑ جائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ

رِیُحُکُمْ (انفال پ۱۰)

ہم سب ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں بدخواہ نہیں، حلیف ہیں حریف نہیں، رفیق ہیں فریق نہیں، مفید ہیں مضر نہیں، معاون ہیں مقابل نہیں، اس طرح سب کو مل کر ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہوئے کام کرنا ہے اور دشمنانِ اسلام کی آپسی اختلاف کی کوشش کو نا کام کرنا ہے۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ اِنَّ الشَّیْطَانَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا.

(پ۱۵ بنی اسرائیل)

(ترجمہ) بے شک شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے، واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ یَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ، (سورہ توبہ پ۱۰)

(ترجمہ) اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے دینی رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعَلَمَاءُ، (پ۲۲ سورہ فاطر)

(ترجمہ) خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

وماتوفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب، وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین ۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲ رمحرم ۱۴۳۴ھ

اللہ کے راستہ میں نکلنے کی اہمیت
اور تبلیغی جماعت کے فوائد وثمرات

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

باب ا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے راستہ میں نکلنے کی اہمیت[1]

اور صحابہ کرامؓ کا اللہ کے راستہ میں نکلنے کا شوق ورغبت

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ تین باتیں نہ ہوتیں کہ (۱) اللہ کے راستہ میں سفر کرنا۔ (۲) اپنی پیشانی کو اللہ کے لیے سجدہ میں ٹیکنا۔ (۳) اپنی قوم کے پاس بیٹھنا جو عمدہ باتیں چنتی ہے جیسے کہ اچھی کھجوریں چنی جاتی ہیں یعنی حدیث پاک کے حلقے تو مجھے اللہ سے مل جانا یعنی مرجانا زیادہ محبوب تھا۔

(حیاۃ الصحابہ: ج ا، ص ۴۸۵، کنز)

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اللہ کے راستے میں چلنے کے لیے پیش کیا گیا، آپ نے مجھے چھوٹا سمجھا، اور اپنے ساتھ لے جانے کے لیے قبول نہیں کیا، میرے اوپر کبھی بھی ایسی سخت رات نہیں گذری تھی، رنج کی وجہ سے ساری رات نیند نہیں آئی اور میں روتا ہی رہا، جب آئندہ سال آیا تو میں چلنے کے لیے پیش کیا گیا آپ نے منظور فرمالیا میں نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ج ا، ص ۴۸۵، ابن عساکر)

(۳) ابونوفل فرماتے ہیں حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے، اہل مکہ کو ان کی روانگی سے انتہائی قلق تھا، کوئی روٹی کھانے والا مکہ میں ایسا نہ بچا جو انہیں پہنچانے نہ نکلا ہو،

[1] یہ پورا مضمون از ص ٦٦ تا ۷۹ حضرتؒ کا تحریر کردہ ہے۔

جب یہ مکہ سے چل کر بطحاء یا کسی اور مقام میں جہاں اللہ نے چاہا کھڑے ہوئے، لوگ بھی ان کے گرداگرد کھڑے رورہے تھے، جب انہوں نے لوگوں میں یہ گھبراہٹ دیکھی تو کہا: اے لوگو! خدا کی قسم میں تم لوگوں سے ناراض ہوکرنہیں جارہاہوں، اور نہ یہ کہ ایک شہر چھوڑ کر دوسرا شہر اختیار کررہاہوں لیکن یہ امر (جہاد فی سبیل اللہ) ایسا ہے کہ جس کیلئے قریش کے کچھ لوگ نکلے تھے جو نہ خاندانی تھے، اور نہ دولت مند تھے، وہ اس جہاد کی بدولت ہم سے آگے بڑھ گئے، خدا کی قسم اگر مکہ کے پہاڑ سونے کے ہوجائیں اور ہم ان کو اللہ کے راستے میں خرچ کردیں تب بھی ہم ان کے ایک دن کے ثواب کا مقابلہ نہیں کر سکتے، خدا کی قسم اگر ہم لوگ دنیا میں اس فضیلت کو گم کرچکے ہیں تو ہماری یہ طلب وآرزو ہے کہ آخرت میں تو ان کے شریک ہوجائیں، اللہ کے نزدیک زیادہ متقی وہ ہے جس نے اس کام کو کیا، یہ کہہ کر ملک شام کی طرف روانہ ہوگئے، اور اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے گئے اور وہیں جاکر شہید ہوگئے۔ (حیاۃ الصحابہ: ج۱،ص۴۵۹)

(۴) قیس بن حازم فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ رات کہ میرے گھر نئی دلہن آئی ہو اور اس سے مجھے الفت بھی ہو اور لڑکا پیدا ہونے کی بشارت بھی اس رات میں دی گئی ہو میرے نزدیک اتنی محبوب نہیں جتنا کہ وہ رات ہے جس میں میں ایسی سخت سردی پڑ رہی ہو جو پانی کو جما دینے والی ہو، اور میں مہاجرین کے ہمراہ ہوں اور صبح ہی دشمن پر حملہ ہونے والا ہو۔

(حیاۃ الصحابہ: ج۱،ص۴۹۰، مجمع)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سورہ براۃ پڑھی جب اس آیت پر پہنچے ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا'' فرمایا کہ ہمارا رب تو ہم سے جوانی اور بڑھاپے دونوں میں جہاد کو فرماتا ہے، اے میرے بیٹو! مجھے سامان دے کر جہاد کیلئے رخصت کرو، عرض کیا کہ اللہ پاک آپ پر رحم کرے، آپ نے حضور کے ہمراہ رہ کر غزوہ کیا، یہاں تک کہ حضور کی وفات ہوگئی، پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ کے ساتھ رہ کر غزوہ کیا، یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہوگئی، پھر آپ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ رہ کر غزوہ کیا یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہوگئی آپ جہاد میں جانے کو رہنے دیجئے، ہم لوگ آپ کی طرف سے جہاد کرلیں گے، فرمانے لگے ایسا نہیں ہوسکتا، تم مجھے سامان دو، غزوہ کے ارادہ سے سمندر کا سفر اختیار کیا اور کشتی ہی میں انتقال ہوگیا، ان کے دفنانے کے لیے کوئی جزیرہ بھی فی الحال نہ ملا، سات دن کے بعد جزیرہ ملا تو ان کو وہیں دفنا دیا گیا، اور جسم اور چہرہ پر کوئی تغیر نہ آیا تھا۔ (حیاۃ الصحابہ: ج۱ص۴۹۳، ابن سعد مجمع: ۳، ص۱۰۱)

صحابہ کرام کو غبار فی سبیل اللہ کا شوق

اللہ کے راستہ کا غبار جنت کی خوشبو ہے

(۶) ربیع بن زید فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی رفتار سے چلے جارہے تھے کہ اچانک آپ نے ایک قریشی جوان کو دیکھا کہ راستہ سے ہٹ کر چلا جارہا تھا، آپ نے فرمایا کہ کیا یہ فلاں شخص نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! حضور نے اسکو بلوایا اور پوچھا کہ تم راستہ سے ہٹ کر کیوں چل رہے ہو؟ اس نے کہا: غبار کی وجہ سے آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہ بھی ایک قسم کی جنت کی خوشبو ہے۔

(قال الہیثمی، رواہ الطبرانی، مجمع الزوائد: ص۲۸۷ ج۵، حیاۃ الصحابہ: ج۱، ج۳ ص۵۱۳)

اللہ کی راہ میں پیدل چلنے اور غبار آلود قدموں کی فضیلت

(۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ کسی بندے کے اللہ کے راستے میں دونوں قدم غبار آلود نہیں ہوئے مگر اللہ پاک ان دونوں قدموں پر آگ حرام کردیتا ہے، یہ سن کر مالک رضی اللہ عنہ

اور تمام لوگ اپنی سواریوں سے اتر کر پیدل چلنے لگے، چنانچہ آج کے دن سے زیادہ پیادہ چلنے والے نہ دیکھے گئے۔[1] (حیاۃ الصحابہ ج ۱، ص ۵۱۴)

اللہ کے راستے میں نکلنا چھوڑ کر مال وعیال میں پڑ جانے والوں کے لئے سخت وعید

ابو عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں مہاجرین میں سے ایک شخص نے دشمنوں کی صف پر حملہ کیا، ان کے حملہ سے صف منتشر ہوگئی، ہم لوگوں کے ہمراہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، کچھ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا: اپنے کو اس شخص نے ہلاکت میں ڈال دیا، اس پر حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا: ہم انصار اس آیت کے مطلب سے زیادہ واقف ہیں کہ یہ آیت ہم لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، آپ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہے، آپ کی امداد کی، جب اسلام ظاہر ہو گیا اور پھیل گیا تو ہم انصاروں کی جماعت جمع ہوئی اور آپس میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ اللہ پاک نے ہم لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف فرمایا اور ہمیں آپ کی نصرت کی توفیق دی اب سلام پھیل گیا، اہل اسلام کثیر ہو گئے، ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان والوں اور مال اور اولاد پر ترجیح دی، یہاں تک کہ کفار نے ہتھیار ڈال دیئے، اب ہم لوگ اپنے اہل و عیال میں لوٹ چلیں اور بال بچوں میں چل کر رہیں ہم لوگوں کی اس رائے کے بارے میں قرآن شریف کی یہ آیت اتری وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، اور اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

(رواہ ابوداؤد: ص ۳۴۰)

[1] فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر صحابہ کرام پر ایک شوق کی کیفیت اور حالت طاری ہوگئی، اس جذبہ میں آ کر سواری سے اتر کر پیدل چلنے لگے، ورنہ سواری ہوتے ہوئے پیدل چلنا شرعاً مطلوب نہیں ہے۔

اللہ کے راستے میں نکلنا چھوڑ کر کھیتی میں مشغول ہو جانے والوں کے لئے وعید

یحیٰ بن ابی عمرو شیبانی فرماتے ہیں کہ اہل یمن کی ایک جماعت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے حضرت عبداللہ سے کہا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اسلام لایا اور اس کا اسلام انتہائی اچھا رہا، اور اس نے ہجرت کی اس کی ہجرت بھی بہترین ثابت ہوئی، اور اس نے جہاد کیا اور اس کا جہاد بھی اچھا رہا پھر وہ اپنے ماں باپ کے پاس یمن چلا گیا ان کے ساتھ انتہائی حسن سلوک اور رحم کا برتاؤ کیا، حضرت عبداللہ نے فرمایا تم لوگ خود اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ان لوگوں نے عرض کیا ہم لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ الٹے پیروں پھر گیا، حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: نہیں وہ مرتد نہیں بلکہ جنت میں ہے، اب میں تم لوگوں کو ایسا آدمی بتائے دیتا ہوں جو اپنی ایڑیوں کے بل واپس ہو گیا، وہ شخص ہے جو اسلام لایا اور اس کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا اور ہجرت کی اور اس کی ہجرت بہت بہتر رہی اور جہاد کیا اور اپنے جہاد میں بھی اچھا رہا، اس کے بعد اس نے کسی نبطی کسان کی زمین کا ارادہ کیا اور اس کو جزیہ اور لگان پر لیا پھر اس زمین میں مشغول ہو گیا، دن ورات اسی کی سرسبزی کی فکر رہی اور جہاد چھوڑ بیٹھا، پس یہ شخص وہ ہے جو اپنی ایڑیوں کے بل واپس ہو گیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ج۱ص۸-۵)

جس نے اللہ کے راستہ میں چلہ نہ پورا کیا اس پر نکیر

حضرت زید بن حبیب فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دریافت فرمایا تم کہاں تھے؟ آنے والے نے کہا کہ میں چھاونی پر

تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کتنے دنوں تم چھاونی میں رہے؟ اس شخص نے کہا کہ تیس دن، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم نے چلہ پورا کیوں نہ کیا۔ (اخرج عبدالرزاق، حیاۃ الصحابہ ص ۵۱۰ ج ۱)

فائدہ: آگر آدمی ایک چلہ سے کم کے لیے نام لکھائے تو اس کو چاہئے کہ چلہ پورا کردے۔

تین چلوں کے لئے اللہ کے راستہ میں نکلنا اور شادی شدہ حضرات کے لئے چار ماہ سے زائد نکلنے پر پابندی

ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا ہے جو بہت سچا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کہ گشت کررہے تھے ایک عورت کو یہ کہتے ہوئے سنا:

تطاول هذا الليل واسود جانبه — و ارّقنی ان لا حبيب الا عبه

فلولا حذار الله لا شی مثله — لزعزع من هذا السرير جوانبه

ترجمہ: (۱) یہ رات طویل ہوگئی اوراس کے تمام کنارے کالے پڑ گئے، اور مجھ کو نیند نہ آئی اس لیے کہ کوئی محبوب نہیں جس سے میں کھیلتی۔

(۲) اگر خدا کا۔ جس کے مانند کوئی نہیں۔ ڈر نہ ہوتا تو اس چارپائی کے تمام کنارے حرکت کھاتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا میرا شوہر چند مہینے سے مسافرت پر ہے اور میرے نفس میں اس کا شوق پیدا ہوا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو نے برائی کا ارادہ کیا ہے؟ عورت نے کہا: اللہ کی پناہ، حضرت عمر نے فرمایا: اپنے نفس پر قابو رکھ، میں اس کو بلانے کے لیے ڈاک سے آدمی بھیجے دیتا ہوں چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کے شوہر کو بلایا۔

اس کے بعد تحقیق کی کہ عورت کو اپنے شوہر کا شوق کتنے دنوں میں ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ چار مہینے میں، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھ دیا کہ لشکر کو چار ماہ سے زیادہ نہ روکا جائے۔ (کذا فی الکنز ص ۳۰۸ ج ۸ حیاۃ الصحابہ ص ۵۱۲ ج ۱)

اللہ کے راستہ میں نکلنے میں اگر نیت خالص نہ ہو تو کوئی اجر وثواب نہیں

(۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: آپ فرمائیے کہ ایک آدمی نے اجرت اور شہرت کی غرض سے جہاد میں شرکت کی اس کے لیے کیا ثواب ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے کوئی ثواب نہیں، اس آدمی نے تین مرتبہ آپ سے دریافت کیا ہر مرتبہ آپ نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ پاک کسی عمل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ خالص اللہ کی رضا مندی کے لیے نہ ہو۔ (حیاۃ الصحابہ: ج۱،ص۵۳۳)

اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے سخت مجاہدہ کے باوجود دوزخ کا فیصلہ

(۲) حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں میں ایک مسافر آدمی رہتا تھا جس کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہے اس کو قزمان کہا جاتا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا جاتا آپ فرماتے کہ یہ جہنمی ہے، حضرت عاصم فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی میں اس نے انتہائی سخت لڑائی لڑی، تن تنہا آٹھ یا سات مشرکین کو مار ڈالا اور بڑا بہادر تھا، زخموں نے اس کو مجبور کر دیا، بنی ظفر کے گھر اسے اٹھا کر لے گئے، مسلمانوں نے اس سے کہنا شروع کیا خدا کی قسم اے قزمان آج تو نے بڑی بہادری کا کام کیا، خوشخبری حاصل کرو، کہا کس چیز کی خوشخبری حاصل کروں؟ خدا کی قسم

میں نے یہ لڑائی کسی اور وجہ سے نہیں کی محض اپنی قوم کی نام آوری کے لیے کی ہے، اور اگر میرا یہ مقصد نہ ہوتا تو میں ہر گز نہ لڑتا، روای کہتے ہیں کہ جب اسے زخموں کی تکلیف زیادہ محسوس ہوئی تو تیر دان سے ایک تیر نکالا اور اس کے ذریعہ خودکشی کر لی، (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صادق آیا، سیدھے جہنم رسید ہو گیا)۔ (حیاۃ الصحابہ: ج۱، ص۵۳۴)

حسن نیت اور اخلاص کی برکت سے عمل کے بغیر بھی جنت کا فیصلہ

پہلا واقعہ

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن اقیش کا زمانہ جاہلیت میں ایک معبود تھا، وہ اس کی پرستش کیا کرتے تھے، غزوہ احد میں (مدینہ آکر) لوگوں سے پوچھا میرے چچیرے بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا احد میں، اس کے بعد انہوں نے بھی خود (جنگی لباس) پہنا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، اور بھائیوں کی طرف چل پڑے، مسلمانوں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ اے عمرو! دور ہی رہو، ہمارے پاس نہ آؤ، انہوں نے کہا کہ میں ایمان لا چکا ہوں، اس کے بعد یہ کفار سے لڑے یہاں تک کہ زخمی ہو گئے، اور ان کو ان کے گھر زخمی اٹھا کر لایا گیا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان کے بھائی سلمہ سے دریافت کیا کہ یہ اپنی قوم کی طرفداری میں لڑے یا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے طیش کھا کر کفار سے لڑے؟ ان کے بھائی نے کہا: اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار پر طیش کھا کر لڑے، اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی، اور یہ جنت میں داخل ہو گئے، ایک نماز بھی نہ پڑھی تھی اس لیے کہ نماز کا وقت ہی اسلام لانے کے بعد ان کو نہ ملا، یعنی اسلام لانے کے بعد کوئی نماز ان پر اس وجہ سے نہیں فرض ہوئی کہ وقت ہی نماز کا نہ آنے پایا تھا، اور وہ شہید ہو گئے۔

(حیواۃ الصحابہ ج۱، رواہ ابوداؤد کتاب الجہاد ص:۳۴۳)

دوسرا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے کہا کرتے تھے لوگو! مجھے ایسا آدمی بتاؤ، جو جنت میں داخل ہو گیا اور اس نے ایک وقت کی نماز نہیں پڑھی؟ جب لوگوں نے یہ بات نہ سمجھی تو انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کون آدمی ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اصیرم بنی عبدالاشہل امر بن ثابت بن وقش، حصین روای کہتے ہیں کہ میں نے محمود بن اسد سے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ وہ اپنی قوم سے اسلام لانے کے بارے میں منکر تھے جب غزوہ احد پیش آیا ان کے جی میں آ گئی اور اسلام لائے، اپنی تلوار اٹھائی اور صبح ہی صبح کفار کے مجمع میں داخل ہو کر قتال شروع کیا یہاں تک کہ زخموں نے انہیں چکنا چور کر دیا، انہیں دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ خدا قسم یہ تو اصیرم ہیں یہ یہاں کیسے آئے؟ یہ تو اسلام کے دشمن تھے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اے اصیرم تمہیں یہاں کیا چیز لائی ہے؟ آیا قومی غیرت کے تقاضے سے آئے یا اسلام کی طرف رغبت کر کے؟ اصیرم نے کہا کہ میں تو اسلام کی طرف سے رغبت کر کے شریک جہاد ہوا تھا، میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور مذہب اسلام اختیار کیا، پھر میں نے تلوار اٹھائی اور صبح ہی صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جہاد میں آ گیا اور میں نے لڑنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ مجھ کو جو زخم لگنے تھے لگے اس کے ذرا دیر بعد لوگوں کے ہاتھوں میں ان کا انتقال ہو گیا، لوگوں نے ان کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا کہ اصیرم اہل جنت میں سے ہیں۔ (کذافی البدایہ ص ۳۷ ج ۴، حیاۃ الصحابہ: ج ا، ص ۵۳۵، کنز)

تیسرا واقعہ

حضرت شداد بن ہاد بیان فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوکر ایمان اختیار کیا اور آپ کے پیچھے ہولیا، اور کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا، آپ نے بعض صحابہ کو اس کے بارے میں وصیت فرمائی (یعنی خیر و خبر رکھنے کی) جب غزوۂ خیبر میں حضور کو غنیمت ملی اور آپ نے اس کو تقسیم فرمایا تو آپ نے اس کو بھی حصہ دیا، اور اس کے ساتھیوں کے پاس رکھوادیا، یہ ساتھیوں کے جانور چرایا کرتے تھے، جب چرائی سے واپس آئے انہوں نے اس کا حصہ دیا، اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ یہ تمہارا حصہ ہے حضور نے دیا ہے اس نے کہا کہ میں نے حضور کا اتباع اس وجہ سے نہیں کیا، میں نے تو آپ کا اتباع اس لیے کیا ہے کہ میرے یہاں تیر لگے، اپنے حلق کی طرف اشارہ کرکے کہا تاکہ میں مرجاؤں اور جنت میں داخل ہوجاؤں، ساتھی نے کہا اگر تو سچا ہے تو اللہ تجھے سچا کر دکھائے گا، پھر ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے جہاد کیا جس میں یہ بھی شریک تھا، اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لادکر لایا گیا، اس کے تیر ایسی جگہ پیوست ہوا تھا کہ جہاں اس نے اشارہ کیا تھا، آپ نے پوچھا یہ وہی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں! آپ نے اپنے جبہ مبارک میں کفن دیا، پھر آپ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی، آپ نے اس کے جنازہ میں جو الفاظ ادا فرمائے وہ یہ تھے ''اے میرے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے، ہجرت کرکے تیرے راستہ میں نکلا ہے، شہید ہوکر قتل کیا گیا ہے اور میں اس پر گواہ ہوں''۔ (حیاۃ الصحابہ: ج۱، ص۵۳۵)

چند ضروری ہدایات

امیر جماعت نوعمر یا کم درجہ کا ہو اس کے ساتھ بھی جانا چاہیے

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، پھر یہ ہمیشہ مسلمانوں کے ہر غزوہ میں شریک ہوتے رہے، مگر ایک سال غزوہ میں نہ گئے اس لیے کہ ایک نوعمر لشکر کا امیر مقرر کیا گیا تھا، اس

سال یہ گھر بیٹھ رہے لیکن اس بات کا بعد میں ہمیشہ افسوس کرتے رہے اور فرماتے رہے کہ میرا کیا حرج تھا کوئی بھی امیر بنایا جاتا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جماعت میں جانے کے لیے یہ نہ دیکھے کہ امیر کون ہے، اللہ کے راستے میں اللہ کے واسطے نکلے اللہ اس کو ضرور نوازیں گے۔

امیر کو جماعت کے ساتھ جانا چاہیئے

اللہ کے راستہ میں نکلنے کے ثواب کا اندازہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو کسی سریہ میں بھیجا، اوراس جماعت کی روانگی جمعہ کے دن ہوئی، اپنے ساتھیوں کو انہوں نے بھیج دیا اور کہا کہ میں آپ کے ساتھ جمعہ پڑھ لوں پھران لوگوں سے مل جاؤں گا، جب حضور کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے سوچا کہ آپ کے ساتھ جمعہ پڑھ لوں پھران لوگوں سے جا کرمل لوں گا، آپ نے فرمایا کہ اگر تم جو کچھ روئے زمین پر ہے اس کو بھی خرچ کردو تو ان کے صبح صبح چلنے کا ثواب نہیں پا سکتے۔ (ترمذی، حیاۃ الصحابہ: ج۱، ۴۹۷)

جماعت کے ساتھ روانہ نہ ہوسکے تو بعد میں جا کر ان کے ساتھ شامل ہوجائے

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ابوخیثمہ اپنے گھر آئے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کئے ہوئے کئی دن گذر گئے تھے، سخت گرمی کا موسم تھا، اپنی دونوں بیویوں کو اپنے باغ کی جھونپڑی میں پایا، ان میں سے ہرایک نے اپنی اپنی جھونپڑیوں میں پانی چھڑک رکھا تھا،

اوراس میں ٹھنڈا پانی اوران کے لیے کھانا پکا ہوا تیار تھا، جب باغ میں داخل ہوئے جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے ہوکر اپنی دونوں عورتوں کواور جو کچھ انہوں نے کرر کھا تھا اسے دیکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بے آب و گیاہ زمین اور لودھوپ میں ہوں اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سائے اور تیار شدہ کھانا اور اپنی حسین عورتوں اور اپنے مال میں ٹھہرا ہوا ہو، یہ انصاف کی بات نہیں ہے، خدا کی قسم میں تم میں سے ایک کی بھی جھونپڑی میں داخل نہ ہوں گا، میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملوں گا، عورتوں نے جو توشہ تیار کیا اسے لیا پھر اپنی اونٹنی کے پاس آئے اس پر کجاوہ کسا، پھر حضور کی طلب میں چل کھڑے ہوئے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جماعت روانہ ہوجائے اوراس کے ساتھ نہ جاسکے تو بعد میں جا کر اس سے مل جائے۔

جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے راستہ میں نکل کر دینی تعلیم کا اہتمام کرنا

حضرت حطان بن عبداللہ رقاشی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دجلہ کے کنارے ایک لشکر میں تھے، نماز کا وقت آ گیا ان کے مؤذن نے ظہر کے لیے اذان دی، لوگوں نے وضو کی تیاری کی اور وضو کیا، اس کے بعد لوگوں نے نماز پڑھائی لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔

جب عصر کا وقت آیا مؤذن نے عصر کی اذان دی لوگوں نے پھر وضو کی تیاری کی، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے منادی کو حکم دیا کہ پکاردے کہ جس شخص کا وضو نہیں وہ وضو کرلے، اس کے علاوہ اوروں پر وضو کرنا نہیں ہے اور حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ علم رخصت ہوجائے اور جہالت کا یہاں تک دور دورہ ہو کہ آدمی اپنی ماں کو بسبب جہالت تلوار سے قتل کردے۔ (حیاۃ الصحابہ: ج ا، ص ۵۳۱، طحاوی: ج ا، ص ۲۷)

اللہ کی راہ میں ذکر کرنا

حضرت سعید بن مسیّبؒ فرماتے ہیں کہ جب فتح مکہ کی رات میں مسلمان مکہ میں داخل ہوئے تو ساری رات تکبیر اور تہلیل اور طواف بیت اللہ میں صبح کر دی۔

(حیاۃ الصحابہ: ج۱،ص۵۲۲)

(۱) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں حضور کی سواری کے پیچھے تھا آپ نے مجھ کو یہ کہتے ہوئے سنا "**لا حول ولا قوة الا باللّٰه**" آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ میں جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ کی تجھ کو اطلاع نہ دے دوں، میں نے کہا بیشک میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ضرور بتایئے، آپ نے فرمایا "**لا حول ولا قوة الا باللّٰه**"۔

(حیاۃ الصحابہ ج ۱ ص۵۲۲)

اللہ کے راستہ میں نکلنے والوں کی دو قسمیں

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لوگوں کی جہاد کے بارے میں دو قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ ہے جو جہاد کیلئے نکلی اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر و تذکرہ کیا، چلنے میں فساد سے بچتے رہے، (یعنی گناہوں سے بچتے رہے مثلاً نگاہوں کی حفاظت کرتے رہے) ساتھیوں کی غم خواری کرتے رہے، اپنے بہتر سے بہتر مال کو راہ خدا میں خرچ کیا، یہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان کے کارناموں پر غبطہ (رشک) کیا جائے کہ ان لوگوں نے اپنی دنیا کی کمائی کو کس طرح راہ خدا میں خرچ کر دیا، جنگ کے مقام پر پہنچ کر ان لوگوں کو اللہ سے شرم آتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے شک وشبہات کو خوب جانتا ہے، اور ان لوگوں کو مسلمان کے رسوا ہونے کی شرم بھی دامن گیر رہتی ہے، جب انہیں مال غنیمت کی

وصولیابی کی قدرت ہوجاتی ہے تو اس میں بھی خیانت کرنے سے اپنے دل کو اور اعمال کو صاف ستھرا رکھتے ہیں، شیطان کو ان کو فتنہ میں ڈالنے کی نہ جرأت رہ جاتی ہے اور نہ ان کے دلوں میں اس بات کی اثر ڈالنے کی طاقت رہتی ہے، ایسے لوگوں کے ذریعہ اللہ پاک اپنے دین کو عزت دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو ذلیل کرتا ہے۔

اور دوسری قسم غزوہ (جہاد) کرنے والوں کی یہ ہے کہ مجاہدین نکلے، اللہ تعالیٰ کا ذکر و تذکرہ کثرت سے نہیں کیا، فساد سے نہیں بچے (یعنی گناہوں سے نہیں بچے) اپنے مال کو جبر و اکراہ کے ساتھ خرچ کیا، اور جو کچھ خرچ بھی کیا اس کو ڈنڈ اور تاوان سمجھا جس کا شیطان نے ان میں وسوسہ ڈالا، میدان جنگ میں اخیر سے اخیر اور بزدل سے بزدل صف میں ہوتے ہیں، پہاڑوں کی چوٹیوں کی پناہ لیتے ہیں، اس بات کے متلاشی رہتے ہیں کہ لوگ کیا کرتے ہیں، جب اللہ پاک فتح دیتا ہے تو یہ کثرت کے ساتھ کذب بیانی سے کام لیتے ہیں، جب مال غنیمت پر ان کا قابو چلتا ہے تو اللہ کے خلاف جسارت کرتے ہوئے اس میں خیانت کرتے ہیں، شیطان ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ یہ غنیمت ہی تو ہے، اور جب ان لوگوں کو آسائش اور ڈھیل ملتی ہے، تو اکڑ دکھاتے ہیں اور اگر ان پر کوئی قید اور سختی ہوتی ہے تو شیطان انہیں آبروریزی کے فتنہ میں مبتلا کرتا ہے کہ ہماری آبرو چلی گئی، ان لوگوں کے لیے مؤمنین کے اجر میں سے کچھ بھی نہیں، پس مؤمنین کے جسم کے ساتھ ان کا جسم ہے، اور مؤمنین کے سفر کے ساتھ ان کا سفر ہے حالانکہ دونوں جماعتوں کی نیت اور اعمال میں بہت بڑا فرق ہے، قیامت کے دن اللہ پاک ان کو جمع کرے گا پھر ان دونوں جماعتوں میں تفریق کردے گا۔

(حیاۃ الصحابہ: ج۱،ص۵۲۲، کنز العمال)

باب۲

دعوت وتبلیغ سے متعلق ضروری اصلاحات وہدایات قرآن کی روشنی میں[1]

دعوت الی اللہ کی قسمیں

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَااِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا (پ۲۴فصلت:۳۳)

(ترجمہ) اوراس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جولوگوں کوخدا کی طرف بلائے اور خودبھی نیک عمل کرے۔

اس آیت میں دعوت الی اللہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے، مطلب یہ ہے کہ سب سے اچھا قول اس شخص کا ہے جولوگوں کواللہ کی طرف دعوت دے، اور یہ دعوت دینا اورلوگوں کو اللہ کی طرف بلانا عام ہے خواہ تقریر کرکے دعوت دے، درس تدریس کے ذریعہ دعوت دے ،کتابیں لکھے، مضامین لکھے سب ہی دعوت میں شامل ہیں اور سب کودعوت کا ثواب ملے گا۔

داعی کے لئے سب سے بڑا ضروری وصف

وَعَمِلَ صَالِحاً (پ۲۴فصلت:۳۳) آگے فرمایا صرف دعوت ہی نہ دے بلکہ اس کے ساتھ خودبھی اعمال صالحہ کرے، محض دعوت کافی نہیں جب تک کے عمل بھی صالح نہ ہو، اور دعوت میں جان نہیں پیدا ہوتی جب تک کہ خود داعی کا عمل صالح نہ ہو، دعوت کے لئے عمل صالح لازم ہے۔

[1] ماخوذ ازافادات درس قرآن، یہ سارے مضامین حضرتؒ کے نظر ثانی وتصحیح کردہ ہیں (مرتب)

داعی کے لئے ضروری وصف تواضع

وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (پ۲۴ فصلت:۳۳)

(اور کہے کہ میں فرمابرداروں میں سے ہوں)

اس میں یہ بتلادیا کہ سب کام کر لینے کے بعد بھی داعی میں تکبر نہ ہو کہ میں تنہا یہ کام کر رہا ہوں ،اپنے کو عام مسلمین میں شمار کرے کہ جس طرح اور لوگ ہیں میں بھی ان ہی میں شامل ہوں ،تواضع اختیار کرے،اللہ نے جو توفیق دی ہے اس کو اللہ کا فضل وانعام سمجھے۔

داعی ومبلغ کو غصہ کے باتوں میں بھی صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے

قَالُوْا مَااَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ...اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ (پ۲۲ سورہ یٰس)

ترجمہ:ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو تم جھوٹ بولتے ہو۔

یہ قوم انطاکیہ کا قصہ ہے،اللہ کے رسول تو حق کی تبلیغ فرمارہے تھے اور ادھر سے جواب مل رہا تھا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو،تم نبی اور پیغمبر نہیں ہو سکتے،نبوت کے دعویٰ میں تم جھوٹے ہو،تمہاری نحوست سے ہم لوگ قحط میں مبتلا ہوگئے،اس طرح کی بڑی سخت باتیں کہتے تھے،لیکن اللہ کے رسول نے سخت کلامی سے جواب نہیں دیا کہ جھوٹے ہم نہیں بلکہ تم جھوٹے ہو، بلکہ یوں فرمایا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّا اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْن ،ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم اللہ کے رسول ہیں،تم نہیں مانتے تو نہ مانو ہمارا کام تو صرف بات پہنچا دینا ہے ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے،پیغمبر نے کتنی نرمی سے جواب دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ داعی کو غصہ کی باتوں میں بھی نہایت صبر وتحمل اور نرمی سے کام لینا چاہئے،سخت کلامی سے پیش نہ آئے بلکہ نرمی سے بات کرے۔

داعی کو ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ ناصح ومخلص اور مستغنی ہونا ضروری ہے

اِتَّبِعوا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُهْتَدُوْن (پ:۲۲سورہ یٰس)
(ترجمہ)ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور خود راہ راست پر ہیں۔

اللہ کے نبی نے جب حق کی تبلیغ کی تو قوم نے ان کے ساتھ برا سلوک کیا جس کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے، ایک شخص جو نبی پر ایمان لے آیا تھا اس نے کہا کہ ارے ایسے شخص کی بات مان لو جو تم سے کسی قسم کا اجر نہیں چاہتا اور خود بھی ہدایت یافتہ ہے، جب وہ ہدایت یافتہ ہے تو اس کی اتباع میں خیر ہی خیر ہے، جو لوگ اس کی اتباع کریں گے وہ بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں گے، جب متبوع ہدایت یافتہ ہے تو مخلص بھی ہوگا لہٰذا ایسے مخلص کی بات مان لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ واعظ اور ناصح کا مخلص اور مستغنی ہونا نیز ہدایت یافتہ ہونا ضروری ہے، ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ مخلص بھی ہو اور مستغنی بھی، مستغنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کا سوال نہ کرے، اگر مخلص ہے لیکن ہدایت یافتہ نہیں تو خود بھی گمراہ ہوگا دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا اور اگر حق پر تو ہے لیکن مستغنی نہیں بلکہ خود غرض ہے تو اس کی بات کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اس لئے متبوع اور داعی میں دونوں ہی باتیں ہونا ضروری ہیں، اسی وقت بات کا اثر ہوتا ہے جب کہ خود غرضی کا شائبہ تک نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ نبی سے پہلے یہ اعلان کرایا گیا قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا، مجھے تو صرف تمہاری خیر خواہی مقصود ہے۔

داعی ومبلغ اور واعظ کو سوال نہیں کرنا چاہئے

ایسے شخص کی اتباع کا حکم دیا گیا جو خود بھی ہدایت پر ہے، تم کو بھی حق کی دعوت دیتا ہے اور کسی اجر کا سوال نہیں کرتا، کیونکہ حق کی تاثیر کے لئے استغناء لازم ہے، اور سوال کر لینے کے بعد حق کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ واعظ ومقرراور مبلغ کو کسی قسم کا سوال نہیں کرنا چاہئے ورنہ ساری محنت پر پانی پھر جاتا ہے، گھنٹوں لچھے دار تقریر کی، حکمت ونکتے کی باتیں بتلائیں اور اخیر میں کہہ دیا کہ میں فلاں مدرسہ سے آیا ہوں، آپ حضرات مدرسہ کا خیال رکھیں، بس ایک جملہ سے ساری تقریر کا اثر ختم ہو گیا ،لوگ سمجھتے ہیں کہ ساری تقریر اسی وجہ سے تھی، اسباب کے درجہ میں تدبیر اختیار کرنے اور چندہ کا اعلان کرنے کو میں منع نہیں کرتا لیکن کم از کم وعظ وتقریر کی مجلس میں تو اس کا تذکرہ نہ کریں، حق بات کا اثر تو ختم نہ کریں، حق کی تاثیر کے لئے استغناء لازم ہے۔اور میں تو کہتا ہوں کہ اگر اللہ نے دیا ہو تو کرایہ بھی نہ لے، ورنہ کرایہ لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن مانگنا نہیں چاہئے بلکہ لوگوں کو خود دینا چاہئے۔

دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ. (پ۱۹ شعراء:۳)

ترجمہ: شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر رنج کرتے کرتے اپنی جان دے دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو ایمان کی دعوت وتبلیغ فرماتے اور اس کے لئے ہر ممکن تدبیریں بھی اختیار فرماتے تھے لیکن اتنی سب کوششوں کے باوجود جب کفار مکہ ایمان نہ لاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی غم ہوتا، اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ کیا آپ اپنے آپ کو اس بنا پر ہلاک کر ڈالیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

داعی کا وصف اور دعوت کا اصول

اصل بات یہ ہے کہ داعی کا حال اور اس کا مزاج ہی اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ کامیابی کی کوشش کرتا ہے، طرح طرح کی تدبیریں اختیار کرتا ہے، لیکن پھر بھی ناکامی ہوتی ہے تو اسکو واقعی بہت کڑھن ہوتی ہے، اور اندر ہی اندر گھلتا رہتا ہے، داعی کے اندر یہ وصف اور اسکا یہ مزاج ہونا ضروری ہے، اور سچے داعی کے اندر یہ وصف خود بخود پایا جاتا ہے، لیکن داعی ان حالات میں بھی ناامید نہیں ہوتا، اور محض اس وجہ سے کہ لوگ بات نہیں مانتے دعوت کے کام کو چھوڑتا نہیں، افسوس اور غم تو ضرور ہوگا لیکن اس کڑھن کے باوجود دعوت کے کام کو چھوڑا نہیں جائیگا، ورنہ دعوت کے اصول کے خلاف ہوگا، کامیابی ہو یا ناکامی، ہماری محنت کا اثر ظاہر ہو یا نہ ہو، کچھ فائدہ محسوس ہو یا نہ ہو لیکن دعوت برابر دی جائے گی، کم از کم اتنا فائدہ تو ہے ہی کہ ہم بری الذمۃ ہو جائیں گے، حجت پوری ہو جائے گی، داعی ثواب کا مستحق ہوگا، کیا یہ کم فائدہ ہے؟ لیکن اس کے ساتھ طبعی طور پر افسوس بھی ہوتا ہے، ایسے حالات میں آدمی کو ہمت نہیں ہارنی چاہئے، کوئی بھی کام ہو، ناکام ہونے پر مایوس نہیں ہونا چاہئے، دعوت وتبلیغ ہو یا مدرسہ کی محنت ہو ہر ایک میں یہی بات ملحوظ رکھنی چاہئے۔

دعوت وتذکیر فائدے سے خالی نہیں

دعوت اور نصیحت سے فائدہ تو ہوتا ہی ہے جو اس کے اہل ہوں گے ان کو فائدہ ہوگا، اسی لئے فرمایا گیا۔ ''وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' (پ۲۷) نصیحت کرتے رہئے کیونکہ مؤمنین کو اس سے نفع ہوتا ہے، جس کے اندر جس درجہ کا ایمان ہوگا اسی درجہ کا اس کو نفع ہوگا، کم درجہ کے ایمان والوں کو کم نفع ہوگا، جیسے لوگ ہوں گے ویسے ہی اس کا اثر ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے ''اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ'' یعنی لوگ

سونے چاندی کی کان کے مانند ہیں، جیسے سونے چاندی کا حال ہے ان میں کھرا اور کھوٹا ہوتا ہے، ایسے ہی لوگوں کی مثال ہے کہ لوگ بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں، بعض لوگوں کو وعظ ونصیحت سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور اچھی بات کا بہت جلد اثر قبول کر لیتے ہیں اور بعضوں پر دیر میں اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے لیکن نفع کا اثر ضرور ہوتا ہے اسی لئے وعظ ونصیحت کا حکم دیا گیا ہے۔

دعوت وتبلیغ کا اہم اصول اور مبلغین کو ضروری ہدایت

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلٰىٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ''(پ۱۵ کہف:٦) کفار کی حالت کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت پریشان اور رنجیدہ ہوتے تھے، ان کی حالت پر افسوس کرتے تھے کہ آخر یہ ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی تسلی فرمائی اور فرمایا کہ شاید آپ اپنے کو ہلاک کر ڈالیں گے، اس بنا پر کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، آپ کے ذمہ فرض نہیں ہے کہ وہ ایمان ہی لے آئیں، ہم آپ سے اس کی باز پرس نہیں کریں گے کہ وہ ایمان کیوں نہ لائے تھے، آپ کا کام تو محض تبلیغ کر دینا ہے۔ ''اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ''۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ داعی کی طبیعت اور اس کا مزاج ایسا ہونا چاہئے کہ دوسروں کی بدحالی اور بات نہ ماننے پر رنج وافسوس ہو، یہ طبعی اور فطری بات ہے، سچے داعی میں یہ فطری غم ضرور ہوگا، اس کو اس بات کی کڑھن ہوگی کہ یہ لوگ راہِ راست پر کیوں نہیں آجاتے۔

دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ داعی کا مزاج تو ایسا ہوتا ہے (کہ اس کو لوگوں کی بدحالی دیکھ کر بے انتہا رنج ہوتا ہے) لیکن داعی کو چاہئے کہ وہ یہ نہ دیکھے کہ ہم نے جو کیا ہے اس کا ثمرہ اور نتیجہ سامنے آیا یا نہیں؟ لوگ ہماری بات مانتے ہیں یا نہیں؟ بلکہ وہ تو صرف یہ دیکھے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں یا کہہ رہا ہوں، واقعی اس کا حق ادا ہو رہا ہے یا نہیں؟ بس اپنے

اختیار میں جتنا ہو کرتا رہے، ثمرات پر نظر نہ کرے اور کسی کے پیچھے نہ پڑے کہ فلاں شخص بات کیوں نہیں مانتا؟ ثمرات اور نتائج کے پیچھے پڑے گا تو کام ہی نہ کر سکے گا، جس قدر کاوش کرے گا پیچھے پڑے گا اور نتائج کا منتظر رہے گا، اس کے رنج وغم میں اضافہ ہی ہوگا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آدمی تعطل کا شکار ہو جائے گا، جو کر رہا ہے وہ بھی سب چھوٹ جائے گا، یہ بھی شیطانی چال ہے، انبیاء علیہم السلام نے محنت کی اور ثمرات پر نظر نہیں کی، انسان تو محنت کرنے کا مکلّف ہے، ہدایت اس کے اختیار میں نہیں، محنت پر نتائج مرتب کرنا، اس میں کامیابی اور ہدایت دینا یہ تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور یہ اسی کا کام ہے، باقی لوگوں کے ایمان نہ لانے پر جو رنج ہوتا ہے اس میں بھی اجر وثواب ملتا ہے، اتنا غم نہ ہونا چاہئے کہ آدمی مایوسی اور تعطل کا شکار ہو جائے، اس درجہ غم سے نبی کو بھی منع کیا گیا۔

مبلغین کو ایک اہم ہدایت

"كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ" (پ۱۵ کہف:۵) بعض کفار اللہ تعالیٰ کے لئے ولد (لڑکا) ہونا ثابت کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بڑی اذیت پہنچتی تھی، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ کتنی بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے اور یہ جملہ کتنا سخت ہے، اللہ پر صریح بہتان ہے۔

كلمة : کہنے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم) کہ كلمة کے معنی زخمی کر دینے اور چھید دینے کے ہوتے ہیں، (کیوں کہ یہ مشتق ہے كلم سے اور اس کے یہی معنی ہوتے ہیں) قول میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کو تسلی دی کہ یہ باتیں جس طرح ہم برداشت کر رہے ہیں تم بھی برداشت کرو، جو شخص اس قسم کی باتیں کہے اس کو نظر انداز کر جاؤ، ہر مبلغ اور داعی کی یہی شان ہونی چاہئے۔

سچے داعی اور اللہ والوں کی شان

قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ. (پ۱۹شعراء:۱۶۸)

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔

یہ آیت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کے بارے میں ہے، لوط علیہ السلام کی قوم بد فعلی، بدکاری کا شکار تھی اور بھی بہت سی خرابیاں ان میں تھیں، لوط علیہ السلام نے صاف صاف کھلے الفاظ میں اس عمل سے براءت کردی اور بیزاری کا اعلان فرمادیا کہ میں تو تمہارے اس عمل میں تمہارا کھلا ہوا دشمن ہوں، اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ حق کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے اور باطل سے صاف صاف بیزاری ظاہر فرمادیتے ہیں، لوط علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا تھا۔

،"قَالِيْنَ" جمع کا صیغہ ہے حالانکہ فرما رہے ہیں تنہا خود، اس کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں، ایک تو یہ کہ تمہارا یہ عمل ایسا ہے کہ میں ہی کیا نہ جانے کتنے اور لوگ اس کے دشمن ہوں گے یا پھر غیر ذو العقول کو بھی اس میں شامل کرلیا جائے اور مطلب یہ ہوگا کہ یہ اتنا برا عمل ہے کہ میں ہی اس کا دشمن نہیں بلکہ شجر و حجر، زمین وآسمان سب اس کے دشمن ہیں۔

حق پرست سچے داعی کی علامت

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ. (پ۱۹شعراء:۲۱۶)

اور اگر یہ لوگ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔

مبلغ کے واسطے یہ تو ضروری ہے کہ ترتیب کے ساتھ درجہ بدرجہ سب کو تبلیغ کرتا رہے، لیکن اگر لوگ بات نہ مانیں تو یہ نہیں کہ ہم بھی انہیں میں گھل مل جائیں، حق کو چھوڑ

کر باطل اختیار کرلیں بلکہ ایسے موقع پر صاف صاف براءت ظاہر کردینا چاہئے، اور کہہ دینا چاہئے کہ اس مسئلہ میں ہم تمہارے ساتھ نہیں ''اِنِّي بَرِیْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ''. یعنی میں اس کام سے بیزار ہوں جس کو تم لوگ کرتے ہو، جب یہ بات پائی جائے گی تو دوسرے دیکھنے والے لوگ بھی کہیں گے کہ واقعی یہ مخلص معلوم ہوتے ہیں، ان کا جو معاملہ دوسروں کے ساتھ ہے اپنوں کے ساتھ بھی وہی ہے، آدمی کی قدر و قیمت اور اس کی وقعت دل میں اسی وقت بیٹھتی ہے جب کھلم کھلا اعلان کردے کہ ہم کو تمہارا یہ طرز عمل پسند نہیں، اس غلط کام میں ہم تمہارے ساتھ نہیں۔

مبلغ کو خاص طور پر توکل کی ضرورت

وَتَوَکَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ. (پ۱۹شعراء:۲۱۷)

اور آپ خدائے قادر ورحیم پر توکل کیجئے۔

مبلغ جب حق کی تبلیغ کرے گا، نہ ماننے والوں سے براءت ظاہر کرے گا، تو اندیشہ ہے کہ لوگ اس کے مخالف ہوجائیں، اس کا ناطقہ بند کردیں، اس کا رہنا اور جینا دوبھر کردیں، اس کے بعد فرمارہے ہیں کہ ایسا خیال مت کیجئے! اللہ پر بھروسہ کیجئے! جو غالب بھی ہے رحیم بھی ہے، قدرت والا ہے، سب کو ابھی دبوچ سکتا ہے، جب اللہ پر بھروسہ ہوگا تو پھر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

صرف توکل کافی نہیں رحمت کے اسباب بھی اختیار کرنے چاہئے

وَتَقَلُّبَکَ فِيْ السَّاجِدِيْنَ. (پ۱۹شعراء:۲۱۹)

اللہ تعالیٰ نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست وبرخاست کو دیکھتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صرف توکل کافی نہیں بلکہ توکل کے ساتھ اعمال بھی ایسے

ہونے چاہئے جس کو اس آیت کے اندر بیان کیا گیا ہے یعنی خدا کے سامنے سر جھکانا، اس سے دعا کرنا، یعنی ایسے اعمال واوصاف اختیار کرے جن سے اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، کیونکہ نتیجہ اعمال ہی پر مرتب ہوتا ہے۔

دعوت وتبلیغ کا طریقہ اور مبلغ کی ذمہ داری

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ !(پ۱۹شعراء:۲۱۴)

آپ سب سے پہلے اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے۔

اس آیت میں دعوت وتبلیغ کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ اِنذار وتبلیغ میں ترتیب یہ ہونی چاہئے کہ پہلے خود عمل کر کے دکھلائے، اپنوں میں تبلیغ کرے، گھر والوں کو اس کی تبلیغ کرے تاکہ ایک ماحول بن جائے اور عملی نمونہ سامنے آجائے، جب تک ماحول نہیں بنتا اس وقت تک کامیابی نہیں ہوتی اور ماحول اسی وقت بنتا ہے جبکہ عملی نمونہ بھی پیش کیا جائے، جیسے کسی چادر کا کوئی نمونہ سامنے نہ ہو اور لوگوں کو خریدنے کی ترغیب دی جائے، لوگ کیسے اس کو قبول کر لیں گے؟ ایک چادر سامنے لائی جائے، لوگ اس کو دیکھیں، پسند کریں، تب اس کو قبول کریں گے، اسی طرح دعوت وتبلیغ میں پہلے ہم کو عملی نمونہ پیش کرنا چاہئے، اسی سے ماحول بنتا ہے اور جب تک ماحول نہیں بنتا اس وقت تک کام آگے نہیں بڑھتا، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ رشتہ داروں کو تبلیغ کریئے، ان کو ڈرایئے کیوں کہ اپنوں سے اور رشتہ داروں سے ماحول زیادہ بنتا ہے۔

پہلے اپنے لوگوں میں تبلیغ کرنا کیوں ضروری ہے؟

(۱) وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی کام کے لئے اگر اپنوں سے نہ کہا جائے اور دوسروں سے کہا جائے، ان کو تبلیغ کی جائے تو خیال پیدا ہوگا کہ کیا بات ہے اپنے لوگوں

سے تو نہیں کہا اور ہم سے کہہ رہے ہیں، ہمارے پیچھے پڑے ہیں اگر یہ کوئی نفع کی بات ہوتی تو اپنے لوگوں سے بھی تو کہنا چاہئے، ضرور کوئی چال اور سازش معلوم ہوتی ہے، ان کی کچھ غرض ہوگی ہم سے کچھ لینا چاہتے ہوں گے۔

(۲) دوسرے یہ بھی ہے کہ کسی غلط کام سے ہم دوسروں کو منع کر رہے ہیں اور اپنوں سے کچھ نہیں کہتے تو اس میں بڑے اعتراض اور گرفت کی بات ہوگی کہ جس کام سے ہم کو منع کر رہے ہیں وہی کام ان کے رشتہ دار بھی کرتے ہیں ان کو کیوں نہیں منع کرتے؟ اگر منع کرنے والی بات ہے تو سب کو منع کرنا چاہئے، اس لئے حکم دیا گیا کہ پہلے اپنوں کو اپنے خاندان اور رشتہ داروں کو تبلیغ کیجئے۔

(۳) تیسرے اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ گھر کے لوگ قریبی ہوتے ہیں وہ اندر باہر کچا چٹھا سب جانتے ہیں، جب وہ لوگ کہنا مان لیں گے تو دوسرے لوگ بھی مانیں گے، کیونکہ جب وہ یہ دیکھیں گے کہ یہ سمجھ دار لوگ ان کے ظاہر و باطن سے پوری طرح واقف ہیں اور ان کی بات مان رہے ہیں تو ضرور یہ حق پر ہوں گے، چنانچہ دوسرے لوگ بھی ماننے والے ہو جائیں گے۔

(۴) نیز جب رشتہ دار مان لیں گے تو وہ حمایت بھی زیادہ کریں گے، چنانچہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے تو کس قدر حمایت کی اور کتنی ترقی ہوئی۔

یہ موٹی موٹی حکمتیں سمجھ میں آئیں، اس کے علاوہ خدا جانے کتنی حکمتیں ہوں گی، وہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے یہ حکم کیوں دیا، ہم کو تو عمل کرنا چاہئے، الغرض دعوت وتبلیغ میں ترتیب یہی ہونی چاہئے کہ پہلے اپنے رشتہ داروں کو تبلیغ کی جائے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رشتہ داروں کو ایک پہاڑ کے نیچے جمع فرما کر دعوت دی جس کا قصہ معروف ومشہور ہے۔

مبلغ کے لئے اہم ہدایت

وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. (پ۱۹شعراء:۲۱۵)

اوران لوگوں کے ساتھ مشفقانہ فروتنی سے پیش آیئے جو مسلمانوں میں داخل ہوکر آپ کی راہ پر چلیں۔

دعوت وتبلیغ میں ترتیب تو یہی ہونی چاہئے جو اوپر بیان کی گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے حضرات جو رشتہ دار نہیں ہیں ان کو تبلیغ نہ کی جائے، ان کو تبلیغ کرنی چاہئے، اور دوسروں کے مان لینے کے بعد ان کے ساتھ معاملہ پھر اپنوں ہی جیسا ہونا چاہئے خواہ وہ کوئی بھی ہو، رشتہ دار یا خاندان کا ہو، یا نہ ہو، کہیں کا بھی رہنا والا ہو اس کے ساتھ اپنوں جیسا سلوک کیا جائے اسی کو فرمایا گیا ہے: وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ۔

مبلغین کے لئے ضروری ہدایت اور تنبیہ

وَأْمُرْ أَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا: (پ۱۶طٰہٰ:۱۳۲)

یعنی اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے! اس سے معلوم ہوا کہ مبلغ کو اپنے گھر والوں کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ مبلغ کے گھر کا ماحول اگر ٹھیک نہ ہوگا تو اس کی تبلیغ کا اثر نہ ہوگا، دوسروں کو تو تبلیغ کرتا پھرتا ہے اور خود اس کی اولاد بے نماز، آزاد، آوارہ ہو تو دوسروں پر اس کی تبلیغ کا کیا اثر ہوگا، دوسرے ایک بات اور بھی ہے کہ جب تک گھر کا ماحول دینی نہ ہوگا تو خود بھی دین پر قائم رہنا مشکل ہوگا، گھر کا ماحول دینی ہو تو دین پر جمے رہنا آسان ہوگا۔

وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا : یعنی دوسروں کو تبلیغ کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی اس پر ڈٹا رہے، جما رہے، یہ نہیں کہ لڑکوں سے ڈنڈا مار کر نماز پڑھوا رہے ہیں اور خود خرّاٹے لے کر سو رہے ہیں، دوسروں کو تبلیغ کرنے کے ساتھ خود بھی اس پر عامل رہے۔

قابل رشک میاں بیوی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معمول تھا کہ اپنی بیوی کو رات میں نماز پڑھنے کے لیے جگایا کرتے تھے۔خود بھی نماز پڑھتے اور اپنے اہل سے بھی نماز پڑھواتے ۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شوہر سے خوش ہوتا ہے جو رات کو اٹھ کر وضو کرے اور نماز پڑھے پھر اپنی بیوی کو بھی جگائے ۔اگر وہ نہ اٹھے تو پانی چھڑک دے، اور اللہ تعالیٰ ایسی عورت سے خوش ہوتا ہے جو رات کو اٹھ کر وضو کرے، نماز پڑھے پھر اپنے شوہر کو جگائے اگر نہ اٹھے تو پانی چھڑک دے، ایسے میاں بیوی جو دونوں نماز پڑھتے ہوں اللہ ان پر رحم کرتا ہے اور فخر کرتا ہے، اور ایسے شوہر بیوی دونوں اللہ کی نگاہ میں محبوب ہوتے ہیں، اس لیے اس کی بھی عادت ڈالنی چاہئے اور گھر کا ماحول دینی بنانے کی کوشش کرتے رہنی چاہئے۔

اپنی اور گھر والوں کی اصلاح کی ضرورت

وَ كَانَ يَأْمُرُ اَهْلَه، بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ: (پ١٦مریم:٥٥)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بابت ارشاد ہے کہ وہ اپنے گھر والوں (اہل وعیال) کو نصیحت کرتے، نماز وزکوٰۃ کی تلقین فرماتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مبلغ کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں کی طرف سے غافل نہ ہو، ان کو بھی نماز روزہ کی تلقین کرتا رہے، بری باتوں سے روکتا رہے لیکن آج ہم سے یہی نہیں ہوتا، خود کا حال تو یہ ہے کہ ہر سال چلہ پر چلہ لگ رہا ہے لیکن بیوی بے پردہ، بے نمازی ہے، لڑکا ہے بالکل آوارہ، سر میں بڑے بڑے بال رکھائے، پینٹ پہنے آزاد ٹہلا کرتا ہے نہ نماز کی پرواہ ، نہ روزہ کی، اوران صاحب کو ساری دنیا کی تو فکر ہے لیکن گھر کی طرف سے بالکل غافل، بس

چلہ لگانے کو کافی سمجھتے ہیں، اور اس چلہ کو بھی جب تک چلا نہیں دیتے (لوگوں میں شہرت نہیں کردیتے) اس وقت تک چین نہیں آتا، بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس سال اس نے امریکہ اور چین کی جماعت میں وقت لگانے کا موقع نصیب فرمایا لیکن یہ اللہ کا احسان اور شکر ادا کرنا مقصود نہیں بلکہ لوگوں میں احسان جتلانا مقصود ہے کہ ہم نے اتنا بڑا کام کیا، ارے اللہ کے واسطے چلہ لگاتے ہو یا دوسروں کو سنانے کے واسطے؟ چلہ تو لگا آئے لیکن بیوی بچوں کی کوئی فکر نہیں، بیٹا بے نمازی انگریزی بال رکھے ہوئے ہے، بیوی بے نمازی سنیما دیکھتی ہے اور یہ دیندار بنے بیٹھے ہیں کیوں کہ چلہ لگا آئے ہیں، آدمی کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں کی بھی فکر کرے، گھر والوں کی طرف سے غافل نہ ہو۔

تبلیغ میں کامیابی کا راز اور ناکامی کے اسباب

ہماری بدحالی کا یہ عالم ہے کہ چلہ لگانے سے پہلے جو ہمارا حال تھا وہی حال چلہ لگانے کے بعد بھی رہتا ہے، چلہ لگانے سے پہلے اگر کسی کی طرف سے دل میں کینہ اور بغض وحسد بھرا ہوا تھا اب بھی بھرا ہوا ہے، جس طرح کسی کی زمین اور کسی کا حق دبائے ہوئے تھے اب بھی دبائے ہوئے ہیں، انہیں سب باتوں سے کام کو اور دین کو نقصان پہونچتا ہے اور ایسے ہی لوگ دین کو بدنام کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے پوری جماعت اور دین کا کام کرنے والے لوگ بھی بدنام ہوتے ہیں، ان سے بدگمان ہوتے ہیں، نفرت کرتے ہیں، ایسی حالت میں کام میں ترقی ہونے کے بجائے کام کو نقصان پہونچتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ چلہ اپنی اصلاح کے لئے نہیں لگایا تھا، یہی حال خانقاہ میں اکثر رہنے والوں کا ہے وہ اصلاح کے لئے نہیں رہتے بلکہ اس لئے رہتے ہیں کہ شہرت ہو، عزت ہو کہ فلاں بزرگ سے ان کا تعلق ہے، اتنا زمانہ خانقاہ میں گزارا ہے۔

عملی تبلیغ کی ضرورت

فرمایا ایک مرتبہ میں نے بمبئ میں اسی موضوع پر تقریر کی تھی، تبلیغی حضرات کا مجمع تھا، میں نے کہا کہ آپ حضرات تبلیغ کا کام کرتے ہیں لیکن صرف آپ کی زبان مبلغ ہے یا خود آپ بھی مبلغ ہیں، یعنی آپ اپنے عمل سے بھی تبلیغ کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر صرف آپ کی زبان مبلغ ہو اور آپ کا عمل خود آپ کے قول کے مطابق نہیں، تو اس سے کام کو ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ اور نقصان پہونچ سکتا ہے، زبانی تبلیغ کے ساتھ آپ کی زندگی بھی عملی تبلیغ کا نمونہ ہونا چاہئے کہ جب آپ چلہ لگا کر واپس آئیں تو آپ کا دل بالکل صاف آئینہ کی طرح ہونا چاہئے، ساری باتیں لڑائی جھگڑے کی مثلاً کینہ، بغض وغیرہ سب دھل جانا چاہئے اور ان گندگیوں سے آپ کا قلب بالکل صاف ہونا چاہئے، لوگ محسوس کرلیں کہ چلہ کے بعد سے اس کی زندگی میں تبدیلی آئی ہے، جس کا حق دبایا ہو اس کا حق ادا کردیں، ہر ایک کے کام آئیں، ہر ایک سے خوش مزاجی سے ملاقات کریں پھر دیکھئے آپ کا یہ ایک چلہ لوگوں کے ہزاروں چلوں کا ذریعہ بنتا ہے یا نہیں؟ اور لوگ متأثر ہوتے ہیں یا نہیں؟ لوگ خود کہیں گے کہ ارے صاحب! اس نے ایک چلہ لگایا اس کی زندگی میں کیسی تبدیلی آئی، یہ تو ہر ایک کے کام آتا ہے، کام کی ترقی تو اس طرح ہوتی ہے۔

بمبئ میں میں نے یہ تقریر کی تھی اتفاق سے اس مجمع میں کچھ ایسے لوگ تھے جو ان امراض میں مبتلا تھے ان حضرات پر یہ تقریر بالکل چسپاں ہوئی تو نگاہ اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے، الغرض اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے تھے، گھر میں بھی تبلیغ کرتے تھے، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے گھر میں بھی دینی محنت کرے اور گھر والوں کو بھی تبلیغ کرے، اچھی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے روکے۔

رسومات کی اصلاح کیلئے قولی تبلیغ کافی نہیں عملی تبلیغ ضروری ہے

سورہ احزاب کا درس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم یہ تھی کہ غلاموں سے نکاح کرنے کو بہت معیوب سمجھتے تھے گو آزاد ہو جائے تب بھی اس سے نکاح کرنے کو عیب کی بات سمجھا جاتا تھا، اور جس طرح غلاموں سے نکاح کرنا عیب سمجھا جاتا تھا اسی طرح غلاموں کا نکاح کرانا بھی عیب سمجھا جاتا تھا، اسی طرح ایک رسم اس زمانہ کی یہ بھی تھی کہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا سمجھ کر اس کی بیوی یعنی منہ بولی بہو سے نکاح کرنا ایسا ہی حرام سمجھتے تھے جیسے حقیقی بہو سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے، یہ زمانۂ جاہلیت کی بعض رسمیں تھیں، اللہ تعالیٰ ان رسموں کو اپنے نبی کے ذریعے مٹانا چاہتا تھا اس کے لئے غیب سے اسباب مہیا فرمائے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عمل سے ان رسموں کو توڑا۔

بعض رسمیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس میں قولی تبلیغ کافی نہیں ہوتی اور صرف زبان سے کہہ دینے سے اصلاح نہیں ہوتی، بلکہ عمل کر کے دکھلانا پڑتا ہے، اور اس رسم کو خود توڑنا پڑتا ہے، لیکن یہ رسم توڑے کون، رسومات کے خلاف جو بھی کام کرے گا اس کو سخت اور کڑوی باتیں سننا پڑیں گی، طرح طرح کے طعنے سننے کو ملیں گے یہ سب کون برداشت کرے؟ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان رسموں کی اصلاح فرمائی۔

اس معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں جو غلط رسمیں رائج ہو جاتی ہیں ان کو مٹانے اور ان کی اصلاح کا اہتمام ہر ایک کو کرنا چاہئے، خصوصاً اہل علم ومشائخ کو یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے سچے جانشین ہیں، چنانچہ نکاح بیوگاں کے سلسلہ میں ہمارے اکابر

ومشائخ نے صرف قولی تبلیغ سے کام نہیں لیا، بلکہ عملی طور پر بھی اس رسم کو توڑا، بیوہ عورتوں سے خود نکاح کئے، حضرت سید احمد شہید اور حضرت تھانویؒ کا واقعہ مشہور ہے۔

دعوت وتبلیغ میں اپنی حاجت پیش کرنے کی مذمت

فَقُوْلاَ اِنَّا رَسُوْلاَ رَبِکَ! (پ۱۶ طٰہٰ :۴۷)

فرعون کے پاس جا کر حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام نے یہ کہا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں، اللہ کا پیغام لے کر تمہارے پاس آئے ہیں، اپنی کسی حاجت اور ذاتی غرض کے لئے نہیں آئے۔

اس سے دعوت وتبلیغ کا ایک ادب معلوم ہوا وہ یہ کہ دعوت وتبلیغ کرے تو صرف دین کا پیغام اور اللہ کے احکام پہونچائے، اس میں اپنی کوئی ذاتی غرض شامل نہ ہونا چاہئے ورنہ اس تبلیغ وتقریر کا کچھ اثر نہ ہوگا، اور جو لوگ لمبی چوڑی تقریر کرتے ہیں اور پھر چندہ کی اپیل کرتے ہیں ایسے لوگوں کی تقریروں کی وقعت لوگوں کی نگاہ میں نہیں ہوتی خواہ کتنی اچھی تقریر ہو، اور ایسی تقریروں کا اثر بھی نہیں ہوتا، سارا اثر وہیں ڈھل کر رہ جاتا ہے، اسلئے تقریر اور تبلیغ کرنے والوں کو چاہئے کہ اس سے پرہیز کریں۔

وعظ وتبلیغ پر نذرانہ نہیں لینا چاہئے

وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .(۱۰۹)

میں تم سے کوئی دنیوی صلہ نہیں مانگتا، یہ صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام امت کو تبلیغ فرماتے اور اس پر کوئی اجر نہ لیتے بلکہ فرماتے کہ اس پر میں تم سے کسی قسم کے اجر کا سوال نہیں کرتا، علماء، انبیاء کے جانشین ہوتے ہیں، ان کے اندر بھی یہی صفت ہونی چاہئے، وعظ وتقریر کر کے ان کو بھی نذرانہ نہیں لینا چاہیے، لیکن

اب تو اس کا بہت دروازہ کھل گیا ہے، بڑے بڑے لوگ پہلے سے طے کر لیتے ہیں، ہم اپنی جماعت پر بڑا فخر کرتے تھے، لیکن اب مارے شرم کے سر جھک جاتا ہے، وہ حضرات چلے گئے اب تو اچھے اچھے پھسل جاتے ہیں، ایک رات تقریر کی اور ہزار، پانچ سو کما لئے، بڑا آسان معاملہ ہو گیا ہے، ارے جسے مانگنا ہی ہے اپنے اللہ سے مانگے، اللہ کے خزانہ میں کیا کمی آ گئی ہے؟ جس طرح بیٹا باپ سے مانگتا ہے اسی طرح اللہ سے مانگنے کی عادت توڑ ڈالے، اللہ پر توکل تو کرے پھر دیکھے اللہ تعالیٰ غیب سے مدد کرتا ہے یا نہیں؟۔

دعوت وتبلیغ کا اہم اصول

تبلیغ کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ مخاطب کے ذہن میں یہ بات پہلے اچھی طرح بیٹھ جائے کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور اس دعوت وتبلیغ سے محض تمہاری خیر خواہی مقصود ہے، میری ذاتی غرض کچھ بھی نہیں مجھے تم سے کچھ نہیں چاہئے، اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام سے یہ اعلان کروایا گیا: ’’قُلْ مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٌ‘‘ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے کسی قسم کا سوال نہیں کرتا، مجھے کچھ اجر نہیں چاہئے، ’’اَجْر‘‘ نکرہ ہے یعنی کسی قسم کا اور کبھی بھی اجر نہیں طلب کرتے، نہ ابھی طلب کرتے ہیں نہ آئندہ، جب تک مخاطب کے ذہن میں یہ بات نہ بٹھا دی جائے اس وقت تک بات کا اثر نہیں ہوتا، اس لئے مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ مخاطب کے ذہن میں اپنی خیر خواہی کا یقین جما دے، اور اس کے بعد عمل بھی اس کے مطابق ہو، یہ نہیں کہ زبان سے تو یہ اعلان کر رہے ہیں، اور دوسری طرف عمل اس کے خلاف ہے، نذرانہ بھی وصول کر رہے ہیں یا کسی بہانے سے کچھ لے رہے ہیں تو ایسے شخص کی بات کا اثر نہیں ہوتا، اور اس کی تقریر بے جان ہوتی ہے کیونکہ یہ طریقہ اصول دعوت وتبلیغ کے خلاف ہے۔

غرض اور لالچ کے ہوتے ہوئے کسی بات کا اثر نہیں ہوتا

قَالُوْا أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى (پ۱۶طٰہٰ:۵۷)

فرعون نے لوگوں کے ذہنوں کو موڑنے کے لئے ایک پینترا اور چلایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی کوئی بات نہ مانے اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرے وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اچھا تم اسلئے آئے ہوتا کہ ہم کو ہماری زمین سے نکال دو، جتھا بنا کر آئے ہوتا کہ ہم پر قابض ہو جاؤ یعنی تم اللہ کا پیغام لے کر نہیں آئے بلکہ اپنی غرض و لالچ سے ملک گیری کے لئے آئے ہو اور فرعون لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانا چاہتا تھا کہ یہ ملکی اور سیاسی لڑائی ہے جو غرض اور لالچ کے واسطے ہے، اگر مخلوق کو یہ معلوم ہو جاتا کہ واقعی اللہ کے نبی اور حق پر ہیں تو مخلوق ان کی بات مان لیتی ان پر ٹوٹ پڑتی اسلئے فرعون نے پہلے ہی سے مخلوق کے ذہنوں کو موڑا اور یہ سمجھا دیا کہ یہ سب لالچ اور غرض کے واسطے ہے، چاہے جتنی اچھی تقریر ہو، اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اپنی غرض اور لالچ کی وجہ سے ہے تو ایسی تقریر کا کچھ اثر نہیں ہوتا، سارا اثر وہیں ختم ہو جاتا ہے، اور بغیر کسی غرض اور لالچ کے جو بات کہی جاتی ہے اس کا اثر ہوتا ہے۔

خدا کی مخلوق کو ظلم و ستم سے نجات دلانا بھی عبادت ہے

اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْ اِسْرَاءِ یْلَ. (پ۱۹شعراء:۱۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو، تم نے ان کو غلام بنا رکھا ہے، تم نے ان پر ظلم کر رکھا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلانے کی کوشش فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی مخلوق کو مصیبت اور پریشانی سے نجات دلانا بھی عبادت

ہے،اور یہ بھی ایک ضروری اوراہم کام ہے،رسولوں نے اس کام کوکیا ہے، نبی جوکام کرے وہ عبادت ہوتا ہے،جس طرح نماز،روزہ وغیرہ عبادت ہےاسی طرح اللہ کی مخلوق کونفع پہنچانا،ان کوپریشانیوں سےنجات دلانا یہ بھی عبادت ہے،اسکی بھی کوشش کرنی چاہئے۔

خدمتِ خلق بھی انبیاء کی سنت ہے

اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ. (پ۱۹شعراء:۱۷)

فرعون نے بنی اسرائیل پر بڑے مظالم ڈھارکھے تھے، ان کو ذلیل و رسوا کررکھا تھا،حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اورفرمایا کہ بنی اسرائیل کوآزاد کرو،ہمارے حوالہ کرو، ان کوتکلیف مت دو،ان پرظلم مت ڈھاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءعلیہم السلام صرف دعوت وتبلیغ ہی کا کام نہیں کرتے بلکہ اللہ کی مخلوق کوظلم سے بچاتے بھی ہیں،ان پرجو پریشانیاں اورمصائب نازل ہوتے ہیں ان کوختم کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں،اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی مخلوق کومظالم سےنجات دلانے اور پریشانیوں اورمصیبتوں سے بچانے کی بھی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

مبلغ کوچاہئے کہ مخلوق کی نفع رسانی کا بھی اہتمام کرے

اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ. (پ۱۹شعراء:۱۷) مبلغ پرجہاں احکام وشرائع پہونچانا ضروری ہے وہاں اس کو یہ بھی چاہئے کہ مخلوق کونفع پہونچانے اورمصیبت دورکرنے کی بھی حتی الامکان کوشش کرتا رہے، یہ نہیں کہ ہمیں دنیا سے کیا مطلب ہم کوتو اپنے کام سے کام۔ ہمارے پاس وقت نہیں ہم ایک کام کررہے ہیں بس۔

جب تک مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں ہوگی اسوقت تک دین کا کام بھی نہیں کرسکےگا مصیبت وپریشانی میں اگرآپ کسی کے کام نہیں آسکتے ،کوئی بیمار ہے آپ

اس کی عیادت نہیں کر سکتے ،اس کو ایک گولی لا کر نہیں دے سکتے ،کسی پر فاقہ ہو رہا ہے آپ اس کی خبر گیری نہیں کر سکتے تو پھر دین کا کام کیسے کر سکتے ہیں؟ لوگوں کو جوڑنا، اتحاد و اتفاق قائم رکھنا یہ بھی تو ضروری ہے، اور ہر وہ کام جو لوگوں کو جوڑنے کا ذریعہ ہو وہ بھی ضروری ہوگا ایسے کاموں کو بھی تو اختیار کرنا چاہئے، تب ہی دین کا کام آگے بڑھتا ہے، اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام نے آتے ہی فرمایا: ''اَنْ اَرْسِلْ مَعْنَا بَنِیْ اِسْرَائِیْل !'' کہ چھوڑ دو ان بنی اسرائیل کو، ان کو عذاب مت دو، ان کو آزاد کرو، ہمارے حوالہ کرو۔

پیغمبر کی تعلیم سے ہٹنے کا انجام

بنی اسرائیل کس قدر ذلت و رسوائی کی زندگی برداشت کر رہے تھے، ان کے لڑکوں کو ذبح کیا جاتا، عورتوں کو زندہ رکھا جاتا، مردوں کو غلام بنایا جاتا، بری طرح ذلت و رسوائی کی زندگی گزار رہے تھے، یہ وہ بنی اسرائیل ہیں جو نبی کی اولاد ہیں، اللہ تعالیٰ کا کسی سے رشتہ نہیں جو اللہ کے احکام اور رسول کی تعلیمات سے ہٹے گا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و رسوا کرے گا، بنی اسرائیل باوجودیکہ انبیاء کی اولاد ہیں لیکن اپنے نبی کی تعلیم سے ہٹنے کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہوئے۔

ہر بات کا جواب نہیں دینا چاہئے

فَمَابَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی! (پ۱۶ طٰہٰ:۵۱) فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو ہو رہی تھی جب فرعون کو اپنی شکست معلوم ہوئی تو اس نے پینترا بدلا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا: فَمَابَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی یعنی پہلے لوگوں کا کیا حال تھا؟ کیا وہ لوگ بھی گمراہ تھے؟ اور فرعون کی چال یہ تھی کہ جب ان کو بھی گمراہ کہہ دیں گے تو لوگ ان سے متنفر ہو جائیں گے کیونکہ اپنے بڑوں اور اپنے آباؤ اجداد کی برائی کوئی نہیں سننا چاہتا، اس کے جواب

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتَابٍ“ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے فرعون کے سوال کا جواب نہیں دیا، اس سے معلوم ہوا کہ ہر بات کا جواب نہیں دینا چاہئے، بعض مرتبہ لاعلمی ظاہر کرنے یا مصلحتاً گول مول جواب دینے ہی سے کام بنتا ہے۔

مخالف کو بھی دین کی دعوت دینی چاہئے

قَالَ لَهُمْ مُوْسٰى وَيْلَكُمْ لَاتَفْتَرُوْا !(پ۱۶ طٰہٰ:۶۱)

جن جادوگروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ تھا ان مقابلہ کرنے والوں کو بھی موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ فرمادی کہ اللہ کے بندو! افتراء نہ کرو، حق کے مقابلہ میں باطل کی حمایت کرنے کھڑے ہو، تم کو حقیقت معلوم ہے پھر بھی فرعون کو معبود بنائے ہوئے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ مخالف کو بھی تبلیغ کرنی چاہئے موقع کی تلاش میں رہے جیسے موقع ملے تبلیغ کردے، آدمی کہیں بھی جائے تبلیغ کی نیت سے جائے اور موقع ملنے پر تبلیغ سے نہ چوکے، بیاہ شادی یا کسی مجمع میں جائے اور وہاں کوئی غلط کام ہورہا ہو تو موقع پاکر چوکنا نہیں چاہئے، تبلیغ کیلئے ضروری تھوڑی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر ہو اور بڑا مجمع ہو تب ہی تبلیغ ہو دو چار آدمی بیٹھے ہوں تب بھی دین کی بات ان کو بتائے، نماز کے بعد کچھ کہہ دیا جائے یہ بھی تبلیغ ہے۔

مخالف ومعاند کو تبلیغ کرنے کا مؤثر طریقہ

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا الخ. (پ۱۶ طٰہٰ:۴۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ فرعون سے نرمی کے انداز میں گفتگو کرنا، اس سے معلوم ہوا کہ دعوت وتبلیغ میں نرم طریقہ ہی مؤثر ہے، اسی کو اختیار کرنا چاہئے، شدت نہیں کرنا چاہئے، شدت سے کام نہیں چلتا، نرمی سے کہنے میں بڑے سے بڑے متکبر جابر کا بھی دل موم ہوجاتا ہے اور سختی سے بات کہنے میں نرم آدمی کا بھی

منھ بگڑ جاتا ہے، اس لیے ہمیشہ تبلیغ میں نرم لہجہ اختیار کرنا چاہئے۔

اصلاح کا مؤثر طریقہ

وَلَقَدْ اَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ الآیة. (پ۱۶ طٰہٰ:۷۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میرے بندوں کو لے چلو، بندہ کی نسبت اپنی طرف فرما کر اظہار تعلق فرمادیا، نرم پہلو اختیار کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کو نصیحت کرے یا تبلیغ کرے اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے اور اظہار تعلق یعنی محبت و ہمدری کو ظاہر کرے جیسے اللہ تعالیٰ نے بندہ کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، اگر کوئی بادشاہ یا وزیر کسی کو اپنا آدمی کہہ دے کہ یہ میرے آدمی ہیں تو اس کو کتنی خوشی ہوتی ہے!

دعوت وتبلیغ کا مفید طریقہ اور عمدہ اسلوب

قَالَ اَفَرَءَ یْتُمْ مَّا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ. (پ۱۹ شعراء:۷۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معبودان باطلہ کی ایک دم سے تردید نہیں فرمائی بلکہ ان کو غور وفکر کا اور سمجھنے کا موقع دیا، فرمایا کہ اگر تمہارے آباء واجداد گمراہ تھے تب بھی ان کی پیروی کروگے؟ میں نے تو اس میں غور وفکر کیا اور اسی نتیجہ پر پہنچا کہ یہ معبود ہم کو نفع ونقصان کچھ بھی نہیں پہنچا سکتے، میں تو ان کو نہیں مانتا، یہ تو میرے دشمن ہیں فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ . میں تو صرف ایک اللہ کو مانتا ہوں جو رب العالمین ہے، جس نے مجھے پیدا کیا جو میری رہنمائی کرتا ہے، جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے، مطلب یہ کہ تبلیغ کا یہ اسلوب بڑا اچھا ہے کہ مخاطب کو سمجھنے کا موقع بھی دیا جائے۔

دعوت وتبلیغ میں مخاطب کو سمجھانے کی ضرورت

كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ الآيه (پ۱۵ کہف:۲۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصحابِ کہف کا قصہ نقل فرمایا، اور اس واقعہ کے ذریعہ اپنے وعدہ اور قیامت کے یقینی ہونے کو ثابت فرمایا؛ تاکہ کفار اچھی طرح سمجھ جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے منوانے اور اس کو قائل کرنے کے واسطے تدبیریں کی جاتی ہیں، محنت وکوشش کی جاتی ہے، مخاطب کو سمجھانے کیلئے وہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جس سے مخاطب بآسانی سمجھ جائے، صرف دعاء سے کام نہیں چلتا؛ بلکہ کوشش بھی کرنی پڑتی ہے، دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قیامت کا وجود سمجھانے اور اسے ثابت کرنے کیلئے کس طرح تدبیر سے کام لیا۔

دعوت وتبلیغ میں متوحش الفاظ سے احتراز کرنا چاہئے

فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (پ۱۹شعراء:۱۶)

سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں۔

چنانچہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے جا کر فرعون سے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں، اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں، ہم پروردگار کے قاصد ہیں، تم کو اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں، اس کے ماننے میں تمہارا فائدہ ہے، ہماری اپنی کوئی تحریک نہیں جس سے تم اندیشہ کرو، اس سے معلوم ہوا کہ دعوت وتبلیغ میں بہت نرمی اختیار کرنی چاہئے، اور مخاطب کو اطمینان دلانا چاہئے کہ ہم تمہارے فائدے کی بات کہہ رہے ہیں۔

عادت اور مزاج کو بدلنے میں چالیس دن کی اہمیت

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ : (پ۱۷حج:۵) انسان کی خلقت اور پیدائش میں

جو تغیرات ہوتے ہیں ان میں چالیس دن کا بڑا دخل ہے، نطفہ سے چالیس دن میں علقہ ہوتا ہے پھر چالیس دن میں مضغہ بنتا ہے، جتنے بھی تغیرات ہوتے ہیں سب چالیس چالیس دن میں ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان کی خلقت کی تبدیلی میں چالیس دن کو بڑا دخل ہے تو انسان کی عادت وطبعیت کی تبدیلی میں بھی چالیس دن کو دخل ہوگا۔

چنانچہ چالیس دن اگر کسی کام کو پابندی سے کرلیا جائے تو اس کی عادت پڑ جاتی ہے، اسی وجہ سے بزرگان دین مشائخ چلہ کشی کرواتے ہیں، چونکہ عام طور سے چالیس دن میں عادۃً تغیر ہوجاتا ہے اس لئے چالیس دن کو اختیار کیا گیا۔

اللہ کے احکام کی اور نبی کی اطاعت کرو، مدد ضرور آئے گی

فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ. (پ۱٦ طٰہٰ:۷۸)

ایسا ممکن نہیں کہ اللہ کے احکام کی اطاعت کی جائے اور اس کی مدد نہ آئے اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرنے سے تو غیب سے مدد آتی ہے۔

دیکھو! اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے سمندر میں کیسے راستے بنادیئے جس کو پار کرکے بنی اسرائیل تو نجات پاگئے اور فرعون ہلاک و برباد ہوگیا۔ یہ اللہ کی مدد نہیں تو اور کیا ہے؟ منٹوں میں دریا کے اندر بڑے بڑے بارہ راستے بن گئے، آج کل تو معمولی پل بنانے میں سالوں لگ جاتے ہیں اور وہاں تو پانی کے اندر آناً فاناً راستے بن گئے یہ اللہ کی طرف سے نصرت تھی، وہی اللہ آج بھی موجود ہے جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ غیب سے اس کی مدد کرتا ہے۔

نصرت وکامیابی حاصل کرنے کا طریقہ

ان سب واقعات سے معلوم ہوا کہ کام کیسا ہی مشکل ہو لیکن اس کو مشکل سمجھ کر ہمت نہ ہارنا چاہئے۔ کام کو بند نہ کردینا چاہئے بلکہ اللہ کے بھروسہ پر کام میں لگا رہے،

جتنا بس میں ہو، کرتا رہے اور اللہ سے دعا کرتا رہے۔نفسانیت کے ساتھ کام نہ ہو اور حرام کاری نہ ہو پھر دیکھو اللہ کی طرف سے نصرت ہوتی ہے یا نہیں، جب کام بھی شریعت کے مطابق ہو اور اللہ کی نصرت بھی ہو پھر تو کامیابی یقینی ہے۔

نیکوں کی مشابہت اور صورت اختیار کرنے کی برکت

بعض علماء نے لکھا ہے کہ موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے عرض کیا: اے پروردگار! آپ نے جادوگروں کو ہدایت دیدی جو میرے مقابلہ میں آئے تھے اور فرعون کو ہدایت نہیں دی اگر آپ فرعون کو بھی ہدایت دے دیتے تو پوری قوم کی قوم ایمان لے آتی، اللہ نے فرمایا میں ہدایت تو دے دیتا لیکن جادوگر تو تمہارے لباس میں آئے تھے اس لئے ہم نے ان کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرمایا ان کو ہدایت سے نواز دیا، اور فرعون کو تو تمہاری شکل وصورت ہی سے نفرت تھی، وہ تم کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اس کو ہدایت نہیں نصیب ہوئی یہ ہے :

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلاَحاً

میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اگر چہ خود نیک نہیں ہوں شاید اللہ مجھے بھی نیکی کی توفیق دیدے، اس سے معلوم ہوا کہ شکل وصورت کا بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔ جادوگروں کو ہدایت ہوئی کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے لباس میں آئے تھے، آدمی کم از کم نیکوں کی شکل ہی بنالے۔

دینی کام کرنے والوں کو دو طرح کے حالات پیش آتے ہیں

وَلاَ تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ: (پ۲۰نمل:۷۰)

(ترجمہ) اور جو کچھ یہ شرارتیں کررہے ہیں اس سے تنگ نہ ہوجیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے؛ لیکن لوگ آپ کی بات مانتے نہ تھے؛ بلکہ آپ کے خلاف سازشیں کرتے تھے، اس کا آپ کو بہت رنج ہوتا تھا، جو بھی دین کا کام کرتا ہے ہر کام کرنے والے کے سامنے دوطرح کے حالات آتے ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ محنت وکوشش کے باوجود لوگ جب بات نہیں مانتے اس کا غم ہوتا ہے۔

(۲) دوسرے جب کام ہوتا ہے تو اس کی مخالفت ہوتی ہے، طرح کی طرح کی اسکیمیں بنتی ہیں، سازشیں ہوتی ہیں، اس کا بھی رنج ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تسلی دے رہا ہے کہ آپ رنجیدہ نہ ہوئیے، نہ ہم کیجئے نہ غم کیجئے، یعنی نہ فکر کیجئے اور نہ افسوس کیجئے، اگر آپ کے خلاف لوگ سازشیں کررہے ہیں تو کرتے رہیں، اس میں آپ کا کیا نقصان ہے؟ ہم ان کی سازشوں کو تارتار کر کے رکھ دیں گے، چنانچہ کفار کی تمام سازشوں کو اللہ تعالیٰ نے ملیا میٹ کر کے رکھ دیا اور دنیا ہی میں وہ عذاب میں مبتلا کردئے گئے، قحط پڑا، جنگ بدر میں مارے گئے۔

پریشانی کے وقت صبر وتسلی حاصل کرنے کا بہترین نسخہ

اِنَّکَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ: (پ۲۰ نمل:۷۹)

(ترجمہ) یقیناً آپ صریح حق پر ہیں۔ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے، آپ کو ستاتے تھے، اور آئے دن طرح طرح کی اسکیمیں بناتے تھے، آپ کو گمراہ، جادوگر، مجنون بھی کہتے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی کہ آپ ان کے کہنے کی پرواہ نہ کریں، آپ تو بالکل حق پر ہیں۔

اختلاف اور لڑائی جھگڑے کے وقت اگر اس بات کا استحضار ہوجائے کہ ہم تو بے قصور ہیں، حق پر ہیں، ہمارا جرم نہیں، غلطی دوسرے لوگوں کی ہے، محض اس تصور سے بھی تسلی ہوتی ہے، یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے، اختلافات تو ہوتے ہی رہتے ہیں، اس کی وجہ سے

تنگی بھی ہوتی ہے، رنج افسوس اور ملال بھی ہوتا ہے، پریشانیاں ہوتی ہیں؛ لیکن ان سب کے باوجود اپنے کو اس بات سے تسلی ہوتی ہے کہ ہم حق پر ہیں، ہمارا جرم وقصور نہیں، لوگ کہتے ہیں تو کہتے رہیں، یہ تو ممکن نہیں کہ ساری دنیا کے لوگ اس کے موافق ہو جائیں اور سب کام اسی کی منشا کے مطابق ہونے لگے، اور کون کس کا منہ بند کر سکتا ہے؟ جو کہتا ہے کہتا رہے، کہنے والا خود ذمہ دار ہے؛ لیکن ہم خود اپنے کو دیکھ لیں کہ آیا ہم حق پر ہیں یا نہیں؟ ہم خود اپنے ذمہ دار ہیں، ہماری طرف سے کوتاہی نہ ہونی چاہئے، دوسرے کے ہم مکلّف نہیں، جو کرے گا خود بھگتے گا، اگر اپنا حق پر ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے بھی آدمی کو بڑی تسلی ہو جاتی ہے۔

اختلاف کے وقت اپنے کو دیکھنا چاہئے کہ ہمارا قصور تو نہیں؟

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑائی جھگڑے اور اختلاف کے وقت سب سے پہلے اپنی فکر کرنا چاہئے کہ ہمارا کیا حال ہے؟ کہیں ہم قصوروار تو نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ہی غلطی پر ہوں؛ لیکن اس میں ضرورت اس کی ہے کہ خود اپنے بارے میں یہ فیصلہ نہ کرلے اور خود ہی یہ نہ سوچ لے کہ ہم تو حق ہی پر ہیں، اپنے فیصلہ کا اعتبار نہیں؛ بلکہ کسی بڑے سے پوچھے، وہ شہادت دے کہ تم حق پر ہو، جیسے اللہ نے شہادت دی ہے کہ ﴿اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ﴾ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تو حق پر ہیں، اور جو حق پر ہوتا ہے اللہ اس کی مدد ضرور کرتا ہے، اس کی تائید من جانب اللہ ہوتی ہے، اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا، اللہ کی طرف سے اس کی مدد ضرور ہوتی ہے، اگر چہ کچھ دیر لگ جائے اور اس دیر لگنے میں مصلحت ہوتی ہے، اللہ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اے مظلوم بندے! میں تیری ضرور مدد کروں گا، ”وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ“ اگر چہ کچھ دیر کے بعد ہو“ کسی مصلحت سے تاخیر کر دی جاتی ہے، جس میں بندہ کا فائدہ ہوتا ہے۔

سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں

اگر ہر شخص اپنے بارے میں غور وفکر کرے اور اپنے دل سے سوچ کر خود ہی یہ فیصلہ کرے کہ ہم حق پر ہیں یا نہیں، تو سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں، زبان سے ہم کچھ بھی کہیں؛ لیکن دل تو ہمارا خوب جانتا ہے، دل تو تمام اعضاء کا بادشاہ ہے اور زبان اور دوسرے اعضاء وزیر ہیں، غلطی آگے پیچھے والے کرتے ہیں، دل صحیح شہادت دیتا ہے، زبان گڑبڑ کرتی ہے، اسی لئے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے جنہوں نے کوئی بات پوچھی تھی، فرمایا تھا: "اِسۡتَفۡتِ عَنۡ قَلۡبِکَ" اپنے دل سے پوچھ لو، کیوں کہ دل صحیح گواہی دے گا، دنیا کے جتنے بھی جھگڑے ہیں، زمین، جائیداد، مکان کے جتنے بھی جھگڑے ہوتے ہیں، وہ سب ختم ہو سکتے ہیں اگر ہر شخص خود اپنے بارے میں غور کرے کہ ہم حق پر ہیں یا نہیں؟ اور ہم کو کیا کرنا چاہئے؟

ہدایت کی توقع کس شخص سے ختم ہو جاتی ہے؟

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ. (پ۱۹ شعراء ۱۶۰)

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو برائی سے روکا لیکن قوم نے نہ مانا اور لوط علیہ السلام کی تکذیب کرنے لگے، آدمی اگر بات نہ مانے، عمل نہ کرے، ضد اور ہٹ دھرمی نہ کرے تو امید اور توقع ہوتی ہے کہ شاید آگے چل کر سمجھ جائے اور بات مان لے، لیکن جب وہ سرے سے تکذیب ہی کرنے لگے، اس کو جھوٹا سمجھے اور اس کی بدخواہی دل میں جم جائے تو پھر اصلاح کی توقع نہیں رہتی، لوط علیہ السلام کی قوم کا حال یہی تھا کہ وہ تکذیب سے باز نہ آتے تھے، لوط علیہ السلام کے طرف سے ان کی دلوں میں بدخواہی جم

چکی تھی کہ یہ ہمارے خیر خواہ نہیں ہیں، تب لوط علیہ السلام نے دعاء فرمائی کہ یا اللہ! ان سے امید نہیں ہے، یہ تو اب مانیں گے نہیں، مجھ کو ان سے نجات دیدیجئے اور زمین کو ان سے پاک صاف کر دیجئے۔

عام فتنہ وفساد کے وقت آدمی کو اپنی فکر کرنی چاہئے

رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّايَعْمَلُوْنَ. (پ۱۹شعراء۱۶۹)

حضرت لوط علیہ السلام نے دعاء کی کہ اے مرے رب! مجھے کو اور میرے متعلقین کو اس کام کے وبال سے نجات دے دیجئے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بری طرح بدعملی کا شکار تھی، آنے والے مہمان اور مسافرین تک کو نہیں چھوڑتے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے دعاء کی کہ یا رب العالمین! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس عمل سے نجات دیجئے جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں، حضرت لوط علیہ السلام ڈر رہے تھے کہ اس بدعملی کے نتیجہ میں بدبختوں پر پتہ نہیں کیا عذاب نازل ہو جائے، ایسے وقت میں حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی حفاظت اور نجات کی دعاء مانگی۔

جب اس قسم کے حالات ہوں اور فتنہ فساد یا کسی بدعملی میں عام طور سے لوگ مبتلا ہوں تو اپنی فکر کرنا چاہئے، اپنی حفاظت کے لئے دعاء کرنا چاہئے، لوط علیہ السلام ڈر رہے تھے کہ فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں، ایک بدعملی ہزاروں فتنوں کا سبب بنتی ہے، فتنہ کے وقت آدمی کو اپنی زبان بند رکھنا چاہئے، قرآن پاک ہم سب کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ہے، لوط علیہ السلام کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں انسان اپنی فکر کرے، اللہ سے دعاء کرے۔

دینی کام کرنے والوں

اور داعیوں ومبلغوں کے لئے اہم ہدایت

یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا لاَ تَکُوْنُوا کَالَّذِیْنَ آذَومُوْسیٰ٠

(پ۲۲سورہ احزاب)

ترجمہ: اے ایمان والو!تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کوایذادی تھی۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا،ایک شخص نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم ہے جس میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کواس سے بہت تکلیف ہوئی اور تکلیف کی بات بھی ہے،جب اللہ کا نبی انصاف نہ کرے گا تو پھر کون انصاف کرے گا،اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ موسیٰ پر رحم کرے ان کواس سے بھی زائد تکلیفیں دی گئیں اورانہوں نے صبر کیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی پر کوئی مصیبت اور پریشانی آئے ،طعن وتشنیع کے ذریعہ کسی کوستایاجائے اس وقت اپنے سے پہلے کےلوگوں کے حالات دیکھے،اور ان کی زندگیوں کوسامنے رکھے جواس سے بھی زائد ستائے گئے،انہوں نے اس وقت کس طرح صبر کیا،اس سے واقعی بڑی تسلی ہوتی ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایساہی فرمایا ہے، اسی وقت یہ آیات نازل ہوئی تھیں یاایھاالذین آمنو الآیۃ۔

پریشانی جس نوع کی اور مصیبت جس قسم کی ہواسی نوع کےلوگوں کے حالات دیکھنا چاہئے۔

مخلص، غیر مخلص کی پہچان

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْراً الآیة. (پ۱۹ شعراء ۴۱)

اعلان ہوتے ہی بڑے بڑے جادوگر وقت مقررہ پر جمع ہو گئے اور جادوگروں نے آتے ہی فرعون سے پہلا سوال یہ کیا کہ اگر ہم مقابلہ میں غالب آ گئے تو ہم کو کچھ ملے گا یا نہیں؟ یہ ہے دیندار اور غیر دیندار کا فرق اور یہ ہے مخلص اور غیر مخلص کی پہچان، ادھر موسیٰ علیہ السلام جو کچھ بھی کر رہے تھے محض اللہ کے واسطے، اور جادوگر جو کچھ کرتب دکھلانے جا رہے تھے وہ سب محض دنیاوی منافع اور عہدے کی لالچ میں، فرعون نے جادوگروں سے کہا کہ ہاں! ہاں! تم کو ضرور ملے گا، تم لوگ تو مقربین اور کابینہ کے ممبر بن جاؤ گے۔

ایمانی قوت اور صحبت صالح کا اثر

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے اور موسیٰ علیہ السلام کی بات پر ایمان لے آئے، فرعون سخت طیش میں آ گیا اور غصہ میں کہا کہ میری اجازت کے بغیر تم موسیٰ پر کیوں ایمان لے آئے؟ میں تم سبھوں کو سولی پر چڑھا دوں گا، تمہارے ہاتھ پیر کاٹ دوں گا، جادوگروں نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم کو اس کی پرواہ نہیں، ہم نے زندگی بھر اپنے رب کی نافرمانی کی ہے، شاید اب وہ اس کی بدولت ہماری خطائیں معاف فرما دے، محض تیرے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی طاقت کچھ نہیں کر سکتی اور اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے، ہمارے واسطے بھی اللہ جو کرے گا بہتر کرے گا۔

یہ ہے ایمان اور یہ ہے ایک منٹ کے ایمان کی طاقت، ایمان یہی سکھاتا ہے

کہ کرنے والی طاقت اللہ کی ذات ہے، اس کے بغیر نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھوڑی دیر کی صحبت نے ان جادوگروں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، صحبت صالح آدمی کو تھوڑی ہی دیر میں کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے، یہ سب ایمان ہی کا کرشمہ ہے، تعلیم کا تو وہاں موقع ہی نہ تھا بس اللہ کی صفت کا پورا استحضار تھا اور ان کا پختہ ایمان ان کو یہ سب باتیں سکھلا رہا تھا۔

ایمان ویقین بنانے کے لئے بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں تب جا کر کہیں اس کا اثر ہوتا ہے۔

میری امت کے علماء بنی اسرئیل کے پیغمبر کی طرح ہیں

اَوَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ آیَةً اَنْ یَّعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ. (پ۱۹ شعراء ۱۹۷)

کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس کو علماء بنی اسرئیل جانتے ہیں۔

فرمایا کہ ایک بات یاد آ گئی کہ ایک مرتبہ میں نے کانپور کی تقریر میں کہا تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ"، یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبر کی طرح ہوں گے، میں نے کہا تھا اس میں تشبیہ کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں، لیکن میرے نزدیک تشبیہ کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کے انبیاء کو ستایا گیا، پریشان کیا گیا، اور جس جس نوع کی مصیبت کے ساتھ ان کو مبتلا کیا گیا ایسی نوع کے ساتھ اس امت کے علماء کے ساتھ بھی معاملہ کیا جائے گا، مثلاً لوط علیہ السلام کو ان کی بیوی کے ذریعہ آزمایا گیا، نوح علیہ السلام کو اولاد کے ذریعہ آزمایا گیا، اسی طرح اس امت کے علماء میں کسی کی بیوی کے ذریعہ آزمائش ہوگی اور کسی کی اولاد کے ذریعہ آزمائش کی جائے گی، کسی کو برادری، خاندان اور رشتہ داروں کے ذریعہ امتحان میں مبتلا کیا جائے گا، برادری اور خاندان والے اس کے مخالف ہوں گے، کسی کو پوری قوم کے ذریعہ آزمایا جائے گا، الغرض اس

امت کے علماء کے ساتھ اسی طرح کے حالات پیش آئیں گے جس طرح بنی اسرائیل کے انبیاء کے ساتھ پیش آئے، کسی عالم کو کسی نبی کی طرح اور کسی کو کسی دوسرے نبی کی طرح آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا۔

اور ایک مشہور وجہ شبہ یہ ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کے انبیاء ایک ایک قوم کی ہدایت کا ذریعہ بنتے تھے اسی طرح اس امت کے علماء بھی ایک ایک قوم کی ہدایت کا ذریعہ بنیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ترقی کے لئے آزمائش ضروری ہے

فرمایا: عالم ہو اور اس کی آزمائش نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے، امتحان کے بغیر ڈگریاں کیسے ملیں گی، ترقی تو آزمائش وامتحان کے بعد ہی ہوتی ہے، توکل کی ڈگری، صبر کی ڈگری، زہد کی ڈگری، اور اس جیسی ڈگریاں کب ملیں گی؟ امتحان میں اگر کامیاب ہوگیا تو ڈگری مل جائے گی، فیل ہوگیا تو ترقی رک جائے گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ" میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہوں گے، یہ جملہ خبریہ ہے لیکن جملہ خبریہ سے محض خبر مقصود نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر جملہ خبریہ انشاء کو متضمن ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ میری امت کے علماء کو ایسا ہونا چاہئے، آزمائش ومصیبت کے وقت میں ان کو صبر واولوالعزمی کا ثبوت دینا چاہئے۔

علماء کی ناقدری ہلاکت وتباہی کا باعث ہے

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَاتَتَّقُوْنَ (پ۱۹ شعراء ۱۷۷)

حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اتنے بڑے

اولوالعزم پیغمبر لیکن قوم نے ان کی ناقدری کی، ان کے جانوروں، بکریوں کو پانی پلانے والا کوئی نہ تھا، ان کی لڑکیاں جایا کرتیں، ایک کونہ میں کھڑی رہتیں، جب سب لوگ پانی پلا کر چلے جاتے تو بچا کھچا پانی یہ بیچاری پلاتیں، ان کم بختوں کو ذرا ترس بھی نہ آتا تھا۔

ایک جگہ تقریر میں میں نے کہا تھا کہ آج امت کے اندر سے عالم دین کی عزت وقعت اٹھ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو عالم کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں''، یعنی وہ ہمارا آدمی نہیں، آج امت میں عالم کی عزت عالم ہونے کی حیثیت سے کوئی نہیں کرتا، جو لوگ کرتے بھی ہیں وہ دوسرے خیال سے کرتے ہیں، یا تو کوئی رشتہ داری ہوگی، یا دوستانہ تعلقات ہوں گے، یا کوئی غرض وابستہ ہوگی، اس لئے عالم کا ادب اور اس کا کچھ خیال کر لیتے ہیں، محض عالم ہونے کی بنا پر کوئی نہیں کرتا (اِلّا ماشاء اللہ) ورنہ اور بھی دوسرے عالم ہیں سب کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں، صورت حال یہ ہے کہ دکان میں اگر کوئی عالم صاحب رسید لے کر پہنچ جائیں تو رسید لئے باہر کھڑے ہیں اور دوکاندار صاحب دکان کی گدی پر اندر ٹھاٹ سے بیٹھے ہیں، کچھ پرواہ نہیں، اگر کچھ بات کی جائے تو کہتے ہیں مولانا! ذرا ٹھریئے، آپ تو دیکھ رہے ہیں بھیڑ لگی ہے، اب بیچارے عالم صاحب کھڑے ہیں اور اگر کوئی ملنے والا دوست آجائے تو کیا اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں؟ اس سے تو اچھی طرح ملاقات کرتے ہیں، گدّے پر اپنے پاس بلا کر اس کو بٹھاتے ہیں، کہیں جانا ہو تو لڑکے کو بلاتے ہیں کہ فلانے چابی لے جا کر کمرہ کھول دو، ناشتہ کراؤ، میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں، کبھی کسی اہل علم کے ساتھ بھی یہ برتاؤ کرتے ہیں؟ یہ تو حال ہے اس امت کا۔

اللہ کے نزدیک قوموں کے عروج وزوال کا ضابطہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس سال تک مسلسل اصلاح کی کوشش فرماتے رہے، تعلیم وتبلیغ کرتے رہے، جس وقت امت نے سو فیصد اپنے پیغمبر کی بات مان لی، اللہ

نے فرعون کو ہلاک و برباد کردیا۔

وہ فرعون جس کی حکومت میں سورج نہ ڈوبتا تھا اور جس کے سر میں کبھی درد نہ ہوا، جس کی حکومت سب سے بڑی حکومت، جس کا لشکر سب سے بڑا لشکر، اللہ نے اس کو تہ و بالا کردیا، اس کے ہلاک کرنے میں اللہ کو کسی توپ وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ''اَسْرِ بِعِبَادِیْ'' راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل پڑو، امت نے بات مان لی راتوں رات سب نکل پڑے، کسی کو خبر بھی نہ ہوئی، جب صبح ہوئی تو ان کا تعاقب کیا گیا، بنی اسرائیل کل چھ لاکھ ستر ہزار تھے اور اس کے مقابلے میں فرعونی لشکر کا صرف اگلا دستہ مقدمہ الجیش سات لاکھ پر مشتمل تھا، اندازہ لگاؤ اس کی فوج کتنی ہوگی۔

فرعونیوں نے جب بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور بنی اسرائیل نے دیکھا کہ آگے دریا ہے اور پیچھے سے دشمن کا لشکر چلا آرہا ہے، وہ گھبرا اٹھے اور حضرت موسیٰؑ سے شکوہ کرنے لگے کہ ارے موسیٰ تم نے ہمیں پسوادیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ'' میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ میری رہنمائی کرے گا، حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ اپنا عصا دریا میں ماریئے، چنانچہ اس کے نتیجہ میں بارہ راستے پھوٹ گئے اور بنی اسرائیل ان راستوں سے پار ہو گئے، فرعونیوں نے جب بنی اسرائیل کو پار ہوتے دیکھا تو وہ بھی ان راستوں میں گھس گئے جب ان کا پورا لشکر بیچ میں پہونچ گیا تو اللہ تعالی نے سب کو اس میں غرق کردیا۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے راہ عمل

آج باطل طاقتوں کے مقابلے میں طرح طرح تدبیریں کی جاتی ہیں کہ کس طرح ظالم قوموں کے ظلم سے بچا جاسکے اور کس طرح ان کا خاتمہ ہو، ظاہری تدبیروں کی

طرف تو ذہن جاتا ہے لیکن اس طرف نگاہ نہیں جاتی، ارے ظالم کا تو انجام ہی یہی ہوتا ہے کہ ظالم قوم ہلاک و برباد ہوتی ہے لیکن ایمان والے پہلے ایمان تو لائیں ایمان کے تقاضوں کو تو پورا کریں، جس دن بھی ہم ایمان میں پختہ ہو جائیں گے، اطاعت پر تل جائیں گے، اللہ تعالی اسی وقت ہلاکت کے اسباب پیدا فرما دے گا، ان واقعات کو اللہ تعالی نے اسی لئے بیان فرمایا ہے۔

بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر کی بات مان لی اور سو فیصد ایک عمل کو زندہ کر دیا، اللہ نے ظالموں کو ہلاک کر دیا، آج اس امت میں ایک عمل بھی سو فیصد زندہ نہیں، نماز جو ایمان کے بعد سب سے اہم ہے اسی کو دیکھ لو کوئی خاندان، کوئی بستی یا کوئی ادارہ نہیں بتلا سکتے جہاں سو فیصد یہ عمل زندہ ہو اور سارے ہی لوگ وہاں نمازی ہوں، دینی مدرسوں، خانقاہوں میں بھی یہ بات نہ ملے گی پھر دشمن کیسے ہلاک ہو؟ میں کہتا ہوں ایک دن بھی ایک وقت بھی سارے مسلمان اللہ کے سامنے جھک جائیں، اپنی غلطیوں کی معافی مانگ لیں، توبہ کر لیں اللہ تعالی سے دعا کریں پھر دیکھئے دشمن کی ہلاکت کے اسباب پیدا ہوتے ہیں یا نہیں، لیکن آج یہی نہیں ہو رہا۔

(افادات درس قرآن)

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی

باب ۳

دعوت وتبلیغ سے متعلق ضروری اصلاحی ارشادات[1]

تبلیغی کام کی اہمیت وافادیت

اہل علم کا مجمع تھا درس بخاری جاری تھا بعض معزز مہمان بھی شریک مجلس تھے، بخاری شریف میں ۵۷۷ج۱ کی ایک حدیث کے ضمن میں آیت اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت اقدس نے ارشادفرمایا کہ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں،کوئی شخص نیکی کرے تو برائیاں اس سے خود بخود چھوٹنا شروع ہو جائیں گی یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

قاری حبیب احمد صاحب جو ابھی حیات ہیں حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے خلفاء میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ پہلے میں تبلیغی جماعت والوں کا اتنا قائل نہ تھا اور اس کی کوئی خاص اہمیت میرے نزدیک نہ تھی،لیکن ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ میرے محلّہ کی مسجد میں ایک جماعت آئی اور میرے بیٹے کی کسی طرح اس نے تین دن کی تشکیل کرلی اور میں اپنے بیٹے سے بہت ہی عاجز تھا،ساری تدبیریں کرڈالیں لیکن کسی طرح اس کی اصلاح نہ کرسکا میں تو مایوس ہو چکا تھا لیکن یہ جماعت والے پتہ نہیں کس طرح اس کو سمجھا کر لے گئے اور تین دن بعد جب وہ واپس آیا تو اس کی زندگی کا رخ ہی بدلا ہوا تھا،ساری بری حرکتیں چھوٹ گئیں،پنج وقتہ نماز کی پابندی کیساتھ نوافل کی بھی پابندی ہونے لگی،میں حیرت میں پڑ گیا،اس وقت سے میں جماعت والوں کا بہت قائل ہو گیا،صرف ایک دو نہیں اس طرح

[1] یہ سارے ملفوظات وارشادات حضرت اقدسؒ کے دیکھئے ہوئے اور تصحیح کردہ ہیں۔

کے سیکڑوں ہزاروں واقعات ہیں، بعض لوگ جماعت والوں کو برا کہتے ہیں ان کی غلطیاں کوتاہیاں بیان کرتے ہیں، اس میں غلو نہ ہونا چاہئے، غلطیاں کس جماعت میں نہیں ہوتیں، اور کس جماعت کے افراد غلطیاں نہیں کرتے، لیکن اس کی وجہ سے اس کام کو تو غلط نہیں کہا جاسکتا، کیا مدرسہ والے غلطیاں نہیں کرتے؟ مدرسوں میں خامیاں کوتاہیاں نہیں؟ کیا خانقاہ کے لوگ غلطیوں کا شکار نہیں ہوتے؟ خانقاہ آباد کئے ہیں لیکن معاملات گندے ہیں، دونوں بزرگ ایک ہی خانقاہ میں ذاکر شاغل ہیں لیکن دونوں ایک دوسرے سے کتراتے ہیں وہ ان سے نہیں ملاقات کرتا وہ ان سے ملنا نہیں چاہتا، غلطیاں تو ہر جماعت ہر طبقہ میں ہوا کرتی ہیں لیکن اس کی وجہ سے اصل کام کو غلط نہیں کہنا چاہئے۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جماعت والے علماء کے سامنے تقریر کرنے بیٹھ جاتے ہیں، ارے ان کو تو ہدایت کی جاتی ہے کہ کہیں کوئی عالم مل جائے تو اس کو غنیمت جانو، سب کام اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں مدرسہ والے اپنا کام کر رہے ہیں، تبلیغ والے اپنا کام کر رہے ہیں وہ مدرسہ میں حدیث پڑھا رہے ہیں، وہ تبلیغ کر رہا ہے، اپنے اپنے درجہ میں دونوں ضروری ہیں دونوں کو مل کر کام کرنا چاہئے دونوں ایک دوسرے کے حریف اور فریق نہ ہو بلکہ حلیف اور رفیق بن کر کام کریں، کام میں اعتدال ہونا چاہئے یہ بھی غلط ہے کہ سب لوگ تبلیغ کرو مدرسے بند کرو، سب علماء جماعت میں نکل جائیں اور یہ بھی غلط ہے کہ بس مدرسہ ہی مدرسہ ہو تبلیغ کی ضرورت نہیں، تو یہ صحیح نہ وہ صحیح بس اعتدال ہونا چاہئے۔

علماء سے استغناء نہیں ہوسکتا

دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں ایک کوتاہی کی اصلاح

ایک صاحب نے فرمایا کہ تبلیغی کام کے سلسلہ میں لوگوں نے بحث ومباحثہ

شروع کر دیا، بہت سے علاقوں میں اپنے ہی حلقہ کے بڑوں نے اس کام کی مخالفت شروع کر دی، حضرت نے فرمایا: افراط وتفریط دونوں مذموم ہیں نہ یہ صحیح نہ وہ صحیح اعتدال ہونا چاہئے، بعض تبلیغ والوں کی یہ غلطی ہے کہ وہ مہینہ کے تین دن اور سال کا ایک چلہ لگا کر اپنے کو بہت قابل اور علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں، جو چلہ نہ لگائے وہ گویا دین کا کام نہیں کر رہا ہے، ہر ایک سے چلہ کا مطالبہ کرتے ہیں نہ مخاطب دیکھتے ہیں نہ موقع محل، ان کے نزدیک مدرسہ والے بھی گویا کچھ نہیں کر رہے ہیں، ایک چلہ لگا کر اپنے کو بہت قابل سمجھتے ہیں اور یہ بات چند سالوں سے ہوگئی ہے ورنہ پہلے جو لوگ جماعت میں نکلتے تھے ہمیشہ اپنے کو علماء کا محتاج سمجھتے تھے اور سیکھنے کے لیے نکلتے تھے۔

اسی طرح پڑھے لکھے لوگوں کی بھی غلطی ہے کہ وہ اس کام سے جڑتے نہیں، تعاون نہیں کرتے اور جماعت کی اس قسم کی غلطیوں کی وجہ سے پورے تبلیغی کام ہی کو سرے سے غلط کہتے ہیں، افراد کی غلطی کی وجہ سے جماعت کا کام تھوڑی غلط ہو جائے گا، ہزاروں لاکھوں کی اس کے ذریعہ اصلاح ہوئی ہے، البتہ افراد کی غلطی پر تنبیہ کی جائے ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے، کام کو بدنام کیوں کیا جائے۔

تبلیغ والوں کو ایک ایک سنت پر عمل کرنا چاہئے

حضرت کے عزیزوں میں سے ایک صاحب تشریف لائے جو حضرت کی زیرنگرانی تعلیم وتبلیغ کا کام کر رہے تھے، حضرت نے کسی کام سے جلدی ان کو بھیجا یہ صاحب فوراً کمرہ سے باہر نکلے اور پاؤں میں پہلے بایاں جوتا پہنا بعد میں دایاں اور یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے، حضرت نے ان کو دیکھتے ہی فوراً ٹوکا، تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تم لوگوں کو تبلیغ کیا کرتے ہوگے؟ جب کہ خود تمہارا عمل سنت کے موافق نہیں، جب تم ہی سنت پر عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو کیا سنت کی تلقین کرتے ہوگے، تبلیغ کرنے والوں کو تو ایک ایک سنت پر عمل کرنا چاہئے لوگ تو ان کے چھوٹے بڑے عمل کو دیکھتے ہیں،

چھوٹی چھوٹی چیزوں میں غور کرتے ہیں، ان کا تو ہر عمل سنت کے مطابق ہونا چاہیئے، تب جا کر ان کی بات کا اثر ہوگا۔

کارگذاری کے سلسلہ میں امیر صاحب کو ہدایت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! جماعت والے کارگذاری سناتے ہیں اور امیر صاحب ہر ایک سے باز پرس کرتے ہیں یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ اس میں کوئی حرج تو نہیں؟ حضرت نے فرمایا خواص کا مجمع ہوتا ہے اصلاح کی غرض سے اس طرح کی باتیں پوچھی جاتی ہیں اس میں کیا حرج ہے؟ لیکن اس کا انداز ایسا نہ ہونا چاہیئے جس سے دوسرے کی ذلت اور سبکی ہو، جو بات پوچھنے کی ہو پوچھ لے، حاکمانہ انداز میں گفتگو نہ ہونا چاہیئے، بعض لوگ اس طرح گفتگو کرتے ہیں جس سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے۔

تبلیغی کام کرنے والوں کو تنبیہ

شہر باندا میں تبلیغی جوڑ تھا، ایک امیر صاحب جماعت لے کر آئے تھے، حضرت نے فرمایا کہ باندا میں ایک پیارے وکیل میاں صاحب ہیں جنہوں نے جماعت میں ایک سال کا وقت لگایا ہے ان کے پوتے کا عقیقہ تھا، عقیقہ تو ان کو کئی روز پہلے ہی کرنا تھا لیکن وہ صرف اسی وجہ سے رکے رہے کہ تبلیغی جوڑ ہونے والا ہے اس وقت کروں گا تاکہ جماعت والے کھانا کھالیں، ان کی دعوت ہو جائیگی، کتنی اچھی بات تھی ہم لوگوں کی بھی یہی رائے تھی، لیکن جماعت کے امیر صاحب آئے اور کہنے لگے کہ جو صاحب دعوت کر رہے ہیں ان کا چلہ لگا ہے یا نہیں، ان کو بتلایا گیا تو کہنے لگے کہ عقیقہ ان کے لڑکے کا نہیں لڑکے کے لڑکے کا ہے، ان کا چلہ لگا ہے یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں لگا ہے کہنے لگے بس دعوت قبول نہیں کریں گے، یہ بات ان کی اچھی نہ لگی لیکن میں نے صبر سے کام لیا، ہر جگہ اس قسم کے اصول نہیں چلانا چاہیئے اس کا محل اور موقع دیکھنا

چاہیئے، آخران اصولوں کا مقصد کیا ہے؟

مقصد تو صرف یہ ہے کہ لوگوں کو دین سے قریب کیا جائے، دین کی طرف لایا جائے، اگر دعوت کھا کرلوگ دین سے قریب ہوں گے تو دعوت کھائیں گے اگر دعوت نہ کھا کر قریب ہوں گے تو دعوت نہ کھائیں گے مقصود تو دین سے قریب کرنا ہے، اس طرح تو اصول برتنے سے لوگ اور بدظن ہو جائیں گے، بجائے قریب ہونے کے اور دور ہو جائیں گے، ایسے لوگوں سے دین کا نقصان ہوتا ہے۔

البتہ اگر کسی دیہات میں پہنچے جہاں غریب لوگ ہوں وہ بے چارے دس آدمیوں کا انتظام نہیں کر سکتے وہاں دعوت نہ کھانا چاہیئے، وہاں یہ کہہ دینا چاہیئے کہ آپ لوگ بس اتنا کر دیں کہ مسالہ پسوا دیجئے، چٹنی کا انتظام کر دیجئے، باقی انتظام ہم خود کر لیں گے ان کا بھی جی خوش ہو جائیگا۔

حضرت نے فرمایا: ان امیر صاحب سے میں نے کچھ کہا نہیں، خامیاں ہر ایک میں ہوتی ہیں اگر ان سب باتوں پر نظر کی جائے تو کام ہی بند ہو جائے۔

مدرسہ میں لڑکوں کو تبلیغ

بعد عشاء طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اچھا بتاؤ ایک شخص بیمار ہے اس کا علاج کرانا چاہیئے یا نہیں؟ اور اس میں ثواب ہوگا یا نہیں؟ کوئی آدمی پانی میں ڈوب رہا ہے یا آگ میں جل رہا ہے، اس کو بچانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور یہ باعث ثواب ہے یا نہیں؟ سب نے جواب دیا کہ جی ہاں! ثواب ہے اور اس کو بچانا ضروری ہے تب فرمایا: بتاؤ کہ ایک آدمی نماز نہیں پڑھتا گناہوں میں مبتلا ہے دوزخ میں جانے کی تیاری کر رہا ہے دوزخ میں جائے گا آگ میں جلے گا، اس کو بچانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اس میں ثواب ملے گا یا نہیں؟ سب نے جواب دیا جی، حضرت نے فرمایا کہ اب بتاؤ، کمروں میں جو لڑکے رہتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے ہیں ان سے نماز کے لئے کہنا چاہیئے یا نہیں؟

ان کو غلط کاموں سے روکنا کیا ان کا حق نہیں؟ قیامت کے روز پڑوسی اپنے دیندار پڑوسی کا دامن پکڑے گا اور اللہ سے کہے گا کہ یا اللہ! یہ خود تو نماز پڑھتا تھا، اچھے کام کرتا تھا، لیکن مجھ سے نہیں کہتا تھا اس پر اس پڑوسی کی پکڑ ہو جائے گی۔

جب پڑوسی کا حق ہو جاتا ہے تو ایک کمرہ میں ساتھ رہنے والوں اور ساتھ میں پڑھنے والوں کا حق نہیں ہوگا؟ میں تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ جو لڑکے نماز پڑھنے نہیں آئے، نماز پڑھ کر تم لوگ کمروں میں جاؤ اور سب کے نام لکھ کر مجھ کو دو، ان کے ساتھ یہی خیر خواہی ہے۔ (۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ)

مدرسہ والوں کی تبلیغی پروگرام میں باقاعدہ شرکت مناسب ہے یا نہیں؟

ایک دینی مدرسہ کے بڑے عالم و مفتی جو ایک مسجد کے امام بھی تھے، بعد عشاء ان کا درس قرآن بھی ہوتا تھا۔ شہر کے اہم لوگ درس قرآن میں شریک ہوتے تھے اور عموماً یہ تبلیغی حضرات تھے، ان حضرات نے مفتی موصوف سے اصرار سے درخواست کی کہ ہمارے تبلیغی پروگراموں میں بھی آپ شریک ہوا کریں، ہفتہ واری اجتماع نیز مہینہ کے تین دن کا وقت ضرور عنایت فرمائیں اور اس پر ان کو بڑا اصرار تھا، مفتی صاحب نے حضرت سے مشورہ لیا کہ ایسے حالات ہیں یہ تبلیغی بھائی پیچھے پڑے ہیں کہ جماعت میں بھی ہمارے ساتھ جایا کریئے۔ اور میں مدرسہ میں پڑھاتا بھی ہوں کچھ تو فرق پڑے گا حضرت والا حکم فرمائیں کہ کیا ہر مہینہ مدرسہ سے تین روز کی چھٹی لے کر تبلیغی کام میں شریک ہوا کروں؟ جیسا حضرت کا حکم ہوگا اسی پر عمل ہوگا۔

حضرت نے فرمایا: مرکز دہلی اپنے حالات لکھ کر بھیج دیں اور وہاں سے جو جواب آئے اس کے مطابق عمل کریں، اور فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ مرکز کے اکابر اس

سے منع کرتے ہیں، خود مرکز میں مدرسہ ہے اور پڑھنے والے طلباء اور مدرسین وہاں کے تبلیغی پروگرام میں روزانہ شریک نہیں ہوتے ان کا پروگرام چلتا رہتا ہے، اور یہ اسباق پڑھتے رہتے ہیں، مہینے کے تین دن بھی نہیں لگاتے، البتہ صرف جمعرات کو شام کے وقت جماعت میں جا کر جمعہ کو واپس آجاتے ہیں اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں اختیاری ہے، آخر مدرسہ میں تعلیم بھی تو ضروری ہے، حضرت نے اپنی رائے ظاہر فرمائی کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ کسی مسجد میں شریک ہو جایا کریں باقی مدرسہ کا حرج نہ کریں لوگ بہت غلو کرنے لگے ہیں، مرکز والے خود اس سے منع کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی من مانی کرتے ہیں اکابر کی ہدایات پر عمل نہیں کرتے۔

عالم دین کو چاہئے کہ تعلیم کے ساتھ تبلیغ میں بھی حسب گنجائش حصہ لیتا رہے

فرمایا: عالم کو دونوں کام کرنا چاہئے تعلیم بھی، تبلیغ بھی، پورے طور سے تو دونوں کام کے لئے وقت نکالنا مشکل ہے، اصل کام اور اصل مشغلہ تو تعلیم و تدریس ہی کا ہے لیکن کبھی کبھی وعظ و تبلیغ بھی کرنا چاہئے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ مروجہ تبلیغ ہی میں حصہ لے تبلیغ کی جو صورت آسان سمجھ میں آئے اس میں حصہ لے، لیکن مخالفت مروجہ تبلیغ کی بھی نہ کرے، یوں تو ہر شعبہ میں کچھ فاسد اور ناکارہ لوگ ہوتے ہیں، تبلیغ میں بھی بہت سے جاہل ہیں، لیکن ان کی وجہ سے اصل کام کو برا نہیں کہہ سکتے، یہ تو ہر ایک کو مسلم ہے، اور مشاہدہ ہے کہ اس تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے، اس لئے جہاں کہیں تبلیغ کا کام ہو اس میں پورے طور پر شریک نہ ہو سکے تو کم از کم حمایت و اعانت تو کرے، کبھی کبھی ادھر ادھر گاؤں میں جا کر لوگوں کو اس اہم کام کے کرنے پر آمادہ کرے، اس کے لئے بھی وقت نکالے، اجتماعات میں بھی شریک ہو، یہ بھی ایک کام ہے۔

مدرسہ کی اہمیت

مدرسہ چھوڑ کر تبلیغ میں لگ جانے سے حضرت کی ناراضگی

حضرت کی خدمت میں ایک مولوی صاحب تشریف لائے جو حضرت سے تعلق بھی رکھتے تھے اور ایک مدرسہ میں بچوں کو پڑھاتے بھی تھے، کچھ عرصہ سے مدرسہ بند کر کے ۴/ماہ کے لیے جماعت میں تشریف لے گئے تھے، اوراب حضرت کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے ، چنانچہ بیعت کی درخواست کی حضرت کو پورے حالات کا علم ہوا، حضرت نے ناگواری کے ساتھ فرمایا: آپ کے اندر مستقل مزاجی نہیں کبھی کچھ کرتے ہیں کبھی کچھ کرتے ہیں کام اس طرح نہیں ہوتا، کبھی ادھر کبھی اُدھر، مجھ سے بیعت ہونے کیلئے آئے ہیں پہلے بات ماننے کا جذبہ پیدا کیجئے، کرتے ہیں من مانی اور بیعت ہونے کے لیے آئے ہیں، مدرسہ بند کر کے جماعت میں جانے کے لیے کس نے آپ سے کہا تھا اور کس سے پوچھ کر گئے تھے؟ میں آپ کو بیعت نہیں کروں گا، کیا مدرسہ چلانا دین نہیں ہے مدرسہ میں کیا سکھایا اور پڑھایا جاتا ہے؟ وہ دین کی تبلیغ نہیں ہے وہ بھی تو تبلیغ ہی ہے، کیا میں تبلیغ کا حامی نہیں ہوں، تبلیغ کے فروغ کے لیے کیا میں کوشش نہیں کر رہا ہوں، مدرسہ کے ساتھ بھی تو تبلیغ کا کام ہوسکتا ہے۔

تعلیم وتعلّم، درس وتدریس بھی تبلیغی اجتماع سے کم نہیں

۱۴۱۶ھ میں الہٰ آباد میں ایک عظیم اجتماع ہونے جارہا تھا، اطراف سے کافی افراد شرکت کے لئے جارہے تھے، خود حضرت والا کا بھی نظام سفر طے تھا، اور تشریف بھی لے گئے تھے سبق کے بعد بعض طلباء نے اس اجتماع میں شرکت کی درخواست کی اور رخصت چاہی اور اس پر گفتگو چلی کہ بہت بڑا اجتماع ہوگا، اجتماعی کام میں برکت

ہوتی ہے، یہ کام اللہ کو بہت محبوب مقبول ہے، حضرت نے فرمایا: وہ اجتماع ہے، اور یہ (مدرسہ میں علمی حلقہ) اجتماع نہیں ہے؟ دین پڑھنا پڑھانا اس میں ثواب نہیں ملے گا؟ یہ اجتماع بھی تو اللہ کو محبوب ہے، اس کی اہمیت کیا کچھ کم ہے؟ اجتماع کی اہمیت ہے مگر ایام تعطیل میں شرکت کریں اور کچھ وقت بھی لگائیں، اور فرمایا: لوگوں کے نزدیک سبق کی کوئی اہمیت ہی نہیں معمولی عذر کی بنا پر سبق کا ناغہ کر دیتے ہیں، سر میں درد ہوا سبق چھوڑ دیا، مہمان آ گئے ناغہ کر دیا، بلا وجہ سبق کا ناغہ کر دیتے ہیں، اور اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں، لوگوں کے نزدیک بیاہ شادی میں شرکت کی اہمیت ہے سبق کی کوئی اہمیت نہیں لوگوں کو کیا کہوں؟ تعجب تو مدرسہ والوں پر ہے کہ ان کے نزدیک بھی سبق کی کوئی اہمیت نہیں رہی حالانکہ ایک سبق کے ناغہ سے بھی بہت بڑا نقصان ہوتا ہے، حضرت شیخ الہندؒ جن کا مشغلہ ہی دن رات پڑھنے پڑھانے کا رہتا تھا وہ فرماتے تھے کہ جمعہ کے ناغہ کے بعد شنبہ کو جب سبق پڑھاتا ہوں تو ناغہ کی بے برکتی معلوم ہوتی ہے اور عجیب سا معلوم ہوتا ہے، اس لیے حتی الامکان ناغہ سے بچنا چاہئے، میں تو الحمد اللہ جمعہ کے دن بھی سارے اسباق پڑھاتا ہوں، کہیں سفر میں جانا ہوتا ہے تو اگلے دن کا پڑھا کر جاتا ہوں، اور جو ناغہ ہو گیا ہے واپسی پر وہ بھی پڑھاتا ہوں، اور اب لوگوں کا حال یہ ہے کہ جمعہ کے دن تو پڑھانے کا سوال ہی نہیں جمعرات کے دن بھی ناغہ کرتے ہیں، سفر میں جانا ہوا تو ایک دن پہلے تیاری کی وجہ سے اور واپسی کے بعد ایک دن کا ناغہ آرام اور مشغولی کی وجہ سے کرتے ہیں۔

تبلیغ میں جانے والے طلبہ کو تنبیہ

مدرسہ کے طلبہ معمول کے مطابق پنجشنبہ کو تبلیغ میں جایا کرتے تھے اس کے متعلق بعد عشاء طلبہ کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تبلیغ بھی اب ایک رسم سی ہو گئی، جو کچھ بھی ہوتا ہے سب رسم ہی رسم ہے حقیقت کچھ بھی نہیں، اگر واقعی تبلیغ ہوتی تو جن باتوں کو یہاں بیان کیا

جاتا ہے، تاکید کی جاتی ہے مثلاً یہ کہ کمروں سے لڑکوں کو نماز کے لیے نکالو، جو سورہے ہیں ان کو جگاؤ، خود بھی نماز کی پابندی کرو، نوافل کا اہتمام کرو، تو اسپر عمل کیوں نہیں کرتے؟ جو مدرسہ میں رہ کر تبلیغ نہ کرسکے باہر جا کر کیا تبلیغ کرے گا؟ جو اپنوں سے نہ کہہ سکے وہ غیروں سے کیا کہے گا؟ تبلیغ کے نام پر یہاں سے چلے جاتے ہیں اور تبلیغ نہیں کرتے بلکہ تفریح کرتے ہیں، ورنہ جس کا مزاج تبلیغی بن جائے وہ منکر دیکھے اور اسکو بے چینی نہ ہو، اس کی پیشانی پر بل نہ آئے ایسا ممکن نہیں، جس کا مزاج تبلیغی بن جاتا ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے، تبلیغی آدمی کو چین کہاں نصیب ہوتا ہے، جس طرح بھوکے آدمی کو بے چینی رہتی ہے جب تک کہ کھانا نہ کھالے اور پیاس سے آدمی کو بے چینی اور پانی کی طلب رہتی ہے جب تک کہ وہ پیاس نہ بجھالے اور جس طرح کسی کو گرمی لگ رہی ہو اور گرمی کی وجہ سے اس کو بے چینی رہتی ہے، جب تک کہ وہ پنکھے کے نیچے آکر ہوا نہ کھالے، اسی طریقہ سے تبلیغی آدمی کو بے چینی رہتی ہے جب تک کہ وہ کسی منکر کو دیکھ کر اس پر نکیر نہ کرلے، یا خیر کی بات نہ بتلا دے، اس وقت تک اس کو چین نہیں آیا، تبلیغی مزاج بنا ہی نہیں صرف رسم ہی رسم ہے، یہی وجہ ہے کہ ترقی نہیں ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

نصیحت اور موعظت حسنہ کا ادب[1]

فائدہ: نصیحت میں اس کی رعایت ضروری ہے کہ مخاطب کو وحشت نہ ہو جیسا اس آیت میں ارشاد ہے، اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃُ سوا اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ دعوت دو، لٹھ سا نہ مار دو، سبحان اللہ! اس ایک لفظ میں کتنی باتوں کی طرف اشارہ ہے کہ اعمال کا مغز بھی بتلا دیا، نصیحت کا طریقہ بھی بتلا دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کس قدر شفقت ہے کہ نافرمانوں کی بھی اس قدر رعایت ہے کہ ان کو متوحش نہ کیا جائے۔

[1] یہ مضمون حضرتؒ کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے۔

خطاب کی دوقسمیں

خطاب کی دوسری تقسیم یہ ہے ایک خطاب، بالمنصوص دوسرے خطاب بالاجتہادیات، پس خطاب خاص اور خطاب بالمنصوص علماء کے ساتھ خاص نہیں ہر شخص ایسا خطاب کرسکتا ہے اور لوگوں کے سامنے بیان کرسکتا ہے، البتہ خطاب عام یعنی جو بصورت وعظ ہو اور خطاب بالاجتہادیات یہ علماء کا کام ہے کیونکہ عوام اس میں غلطی کریں گے۔

فائدہ: حضرت مولاناؒ نے یہ مضمون حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مواعظ سے بغیر حوالہ کے نقل فرمایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی مضمون سے متعلق حضرت تھانویؒ کا دوسرا مضمون بھی نقل کردیا جائے جس سے حضرت مولاناؒ کے نقل کئے ہوئے مضمون کی توضیح ہوجائے۔ (مرتب)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی دوقسمیں

خطاب خاص، خطاب عام

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی دوقسمیں ہیں، ایک خطاب خاص، ایک خطاب عام، امر بالمعروف خاص تو آپ کے ذمہ ہے، یہ کسی فرد بشر سے ساقط نہیں ہوتا۔

اور امر بالمعروف عام یعنی وعظ کہنا یہ سب کے ذمہ فرض نہیں بلکہ یہ صرف علماء پر واجب ہے۔

اور امر بالمعروف خاص کا مدار قدرت پر ہے یعنی جس کو جس کسی پر جتنی قدرت ہے اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو امر بالمعروف کرے (اور جن لوگوں پر قدرت ہے وہ یہ لوگ ہیں، بیوی، بچے، نوکر، مرید، شاگرد) مثلاً ماں باپ کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی

اولاد کو نماز روزہ کی نصیحت کریں، خاوند پر فرض ہے کہ اپنی بیوی کو احکام شرعیہ پر مجبور کرے، آقا کے لئے لازم ہے کہ اپنے نوکر چاکر اور جوان کے ماتحت ہوں ان کو امر بالمعروف کرے۔

غرض ہر شخص پر واجب ہے کہ امور خیر (بھلی باتوں کا) حکم اپنے ماتحتوں کو کرے اور خلاف شرع باتوں سے روکے، اس میں عالم ہونے کی ضرورت نہیں۔

(آداب التبلیغ ص ۱۰۶)

دعوت الی اللہ کی دو ہی قسمیں ہیں، دعوت عامہ، دعوت خاصہ، اور ایک قسم دعوت عامہ کی معین ہے تو اس طرح یہ کل تین قسمیں ہوئیں۔

ہر شخص کے متعلق علیحدہ علیحدہ اس کے مرتبہ کے لحاظ سے ایک ایک دعوت ہوگی، چنانچہ دعوت خاصہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے اور وہ وہ ہے، جس میں اپنے اہل وعیال دوست واحباب اور جہاں جہاں قدرت ہو ان کو خطاب خاص ہو، اور خود اپنے نفس کو بھی۔

اور دعوت عامہ وہ ہے جس میں خطاب عام ہو، یہ کام صرف مقتداؤں کا ہے، جن کو خطاب عام کی اہلیت حاصل ہے وہ خطاب عام کریں، ورنہ خطاب خاص، اور خطاب عام کی دو قسمیں ہیں، ایک حقیقی، ایک حکمی، حقیقی یہ کہ وہ مخاطبین کو خواہ وہ اہل اسلام ہوں، یا غیر اہل اسلام ان کو وعظ سنائے۔

اور حکمی یہ کہ تبلیغ ونشر کرنے والوں کی اعانت کرے تا کہ وہ ضروریات سے مستغنی ہو کر تبلیغ کر سکیں، تو یہ اعانت بھی مقصود کے ساتھ ملحق ہوگی، اس لئے اس کی دعوت حکمی کہا۔

(الدعوت الی اللہ ص ۵۴،۵۸)

باب ۴

تبلیغی کام کرنے والوں کیلئے رہنما خطوط

تبلیغی جماعت کا تعارف

اہل بدعت نے تبلیغی جماعت کے خلاف بڑا پروپیگنڈہ کر رکھا تھا، شہر باندہ کے کلکٹر صاحب نے ایک قاصد کے ذریعہ تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت اقدس سے معلومات کی تھیں، یہ مضمون حضرتؒ نے کلکٹر باندا کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

حضرتؒ کا مکتوب گرامی

عزت مآب جناب.......................آداب

ایک مراسلہ جناب والا کی طرف سے ملا جس میں تبلیغی جماعت اور اس کے کام کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے، جماعت آج سے نہیں تقریباً پچاس سال سے اس ملک میں کام کر رہی ہے، ملک کا ہر شخص اس کو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ کیا کام کرتے ہیں، ہمارے ملک میں سال میں جگہ جگہ بے شمار بڑے بڑے اجتماع ہوتے ہیں، جن میں دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آتے ہیں اور ان کی باتیں سن کر خوش ہوتے ہیں۔

یہ لوگ نماز روزہ اور اچھی باتیں سکھاتے ہیں، جوا، شراب، زنا، چوری، بے ایمانی اور دوسری خراب باتوں سے لوگوں کو روکتے ہیں، ان کے ساتھ جو لوگ کچھ دن رہ جاتے ہیں وہ اکثر نیک بن جاتے ہیں، بری باتیں ان کی چھوٹ جاتی ہیں، بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں حکومت کے لوگ ان کی حرکتوں سے پریشان تھے، ڈاکہ ڈالتے تھے، شراب پیتے تھے، چوری کرتے تھے اور کسی طرح ان کی گرفتاری نہ ہو پاتی تھی، ایسے لوگوں پر تبلیغی جماعت نے محنت کی ان سب نے توبہ کی اور اب ملک میں شریف آدمی کی طرح رہتے ہیں، اس علاقہ کی پولیس بھی ان سے خوش ہے اور تبلیغی کام کرنے والوں کی تعریف کرتی ہے۔

اس پر یہ الزام لگانا کہ ایسی کتابیں پڑھتے ہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے بالکل غلط ہے تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) چھپا ہوا ہے یہی ان کے پاس ہے اس کو پڑھتے ہیں، اس کی کتابوں کے نام یہ ہیں فضائل نماز، فضائل صدقات، فضائل رمضان، فضائل ذکر، فضائل تبلیغ، فضائل درود شریف، حکایات صحابہؓ جس کا جی چاہے اور جب جی چاہے ان کی تلاشی لے کر دیکھ سکتا ہے، انہیں کتابوں کو پڑھتے ہیں اور سناتے ہیں اور اپنے کو اچھا بنانے کی کوشش کرتے ہیں، خدا کے گھر میں عبادت کرتے ہیں، وہیں یہ کتابیں سناتے ہیں، کسی پر بار نہیں ڈالتے ان کے ذریعہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی، اس کا بہت خیال رکھتے ہیں، اگر اس جماعت سے کسی بھی فرقہ کو تکلیف پہنچتی اور ملک کے امن وامان میں رخنہ پڑتا تو کوئی حکومت ان کو نہ بخشتی، ان کو جیلوں میں بند کرتی، ان پر پابندی لگاتی حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا، انگریزی دور سے لے کر کبھی بھی ایسا نہیں ہوا، بلکہ جب بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں تو حکومت ہر ممکن سہولت پہنچاتی ہے اسپیشل ٹرینیں جاری کی جاتی ہیں، اس لائن پر زائد بسوں کا انتظام ہوتا ہے، میونسپلٹی کی طرف سے اجتماع میں آنے والوں کے لیے راحت کا سامان کیا جاتا ہے۔

یہ کام صرف ہمارے ہی ملک میں نہیں ہو رہا ہے بلکہ ساری دنیا میں اس سلسلہ میں محنت ہو رہی ہے، اور ہر حکومت اس کام سے خوش ہے، اس سے اچھے افراد بنتے ہیں، برائیاں دور ہوتی ہیں اور جماعت میں لگنے والے حکومت کے جس محکمہ میں ہیں نہایت دیانت داری اور امانت داری سے کام کرتے ہیں، حکوت کا نقصان نہیں چاہتے، ہر حاکم اور افسران کے کام سے خوش رہتا ہے مگر کچھ لوگ دنیا میں ایسے رہے ہیں جو اچھے لوگوں کو پریشان کرتے رہے، ان کو ستاتے رہے، ان کو ہر قسم کا نقصان پہچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں، یہ بھی اس دنیا میں ہوا کہ اچھے لوگوں کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا، اور ہر قسم کی سختی برداشت کرنی پڑی، لیکن دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ اس قسم کے خود غرض لوگ ختم ہوئے، ان کی اسکیمیں فیل ہوئیں اور آج ان کا نام لینے والا نہیں رہا، اور اچھے لوگ آج

تک اچھے نام سے پکارے جاتے ہیں، اور دنیا ان کو اپنا پیشوا مانتی ہے، اور کیوں نہ ہو سچائی ہمیشہ رہنے کے لیے ہے، اور جھوٹ فریب فنا ہونے کے لیے ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان کو سنیما دیکھنے والے دوسروں کی بہو بیٹی پر ہاتھ ڈالنے والے، دوسروں کے مال عزت وآبرو لوٹنے والے، ظلم کرنے والے، شراب پینے والے، جوا کھیلنے والوں سے آج تک نہ تکلیف ہوئی اور نہ حکومت سے چارہ جوئی کی، اور جو لوگ اچھا کام کرتے ہیں دنیا میں اچھی باتوں کی اشاعت کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، ان سے ان کو تکلیف ہو رہی ہے۔

سوچنے کی بات ہے کیا دنیا میں یہی چند لوگ مسلمان ہیں اگر اس جماعت کا کام تکلیف دہ ہوتا ہے تو ہر جگہ کے مسلمانوں کو تکلیف ہونی چاہئے، پھر یہ کام ہر ملک کے ہر شہر میں ہر قصبہ و دیہات میں کیوں ہو رہا ہے؟ آنکھیں ہوں تو دہلی جا کر دیکھیں کہ روزانہ دوسرے ملکوں سے کتنے مسلمان مرکز نظام الدین دہلی میں آتے ہیں؟ اگر ان لوگوں سے کچھ نقصان پہنچتا اور کسی کو تکلیف ہوتی تو حکومت کبھی بھی اپنے ملک میں ایسے لوگوں کو نہ گھسنے دیتی اور نہ یہ کام ہونے پاتا، ہم لوگ مقامی حکام سے درخواست کرتے ہیں کہ جو خود غرض لوگ اس جماعت پر الزام لگاتے ہیں اس کے کام میں رکاوٹ ڈالتے ہیں، ان کو تنبیہ کریں کہ آئندہ اس قسم کی رخنہ اندازی نہ کریں، اور ملک کے امن وامان کو برباد نہ کریں، ان کو ان کا کام پسند نہیں، تو نہ شریک ہوں، جب ان کے گھر جائیں تو نکال دیں خدا کے گھر میں رکاوٹ ڈالنے کا ان کو کیا حق ہے؟ احقر صدیق احمد غفرلہ

تبلیغی جماعت پر کئے جانے والے اعتراضات کے اصولی جوابات

حضرت کے متعلقین میں سے ایک صاحب نے تبلیغی جماعت اور تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) پر متعدد اشکالات کئے تھے حضرت اقدس نے مختصراً سب کا مندرجہ ذیل اصولی جواب تحریر فرمایا:

الجواب حامداً و مصلیاً و مسلماً

تبلیغی جماعت جن اصول کے ساتھ کام کررہی ہے وہ قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے طریقہ کے خلاف نہیں ہے، ہوسکتا ہے انفرادی حیثیت سے کسی سے کوئی غلطی ہوجائے تو اس سے پوری جماعت کو موردالزام قرار دینا انصاف کے خلاف ہے، اس قسم کی خامی کس کے اندر نہیں، کوئی دینی ادارہ حتی کہ خانقاہ اس سے خالی نہیں، اس جماعت سے بحمدہ تعالیٰ دینی بیداری لوگوں میں پیدا ہورہی ہے، لاکھوں کی زندگی بنی ہے، اور بن رہی ہے، جب دین آدمی کے اندر آتا ہے تو ایمان کی پختگی آتی ہے، اس کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے، جانی مالی قربانی بھی اس کے لیے آسان ہوجاتی ہے، جن حضرات نے اس جماعت کے ساتھ چل کر کام نہیں کیا اور نہ ان لوگوں کو دیکھا جن کی زندگی اس جماعت کی محنت سے درست ہورہی ہے وہ لوگ اس قسم کے لچر اور بے سروپا اعتراضات کرتے ہیں، اللہ پاک سمجھ عطا فرمائے۔

اس جماعت کی محنت سے ویران مساجد آباد ہوئیں، جہاں مسجدیں نہ تھیں وہاں مسجدیں تیار ہوئیں، بے شمار دینی مکاتب قائم ہوئے اور ہورہے ہیں، کلمہ اور نماز کے بغیر جو دفن کردیئے جاتے تھے وہاں بکثرت علماء اور حفاظ پیدا ہورہے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی کتابیں مستند ہیں، ان کتابوں کے پڑھنے سے خدا کا خوف آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، آخر میں گذارش ہے کہ کسی مباحثہ اور مناظرہ کی شکل نہ پیدا ہونی چاہئے، اخلاص کے ساتھ کام کرتے رہیں، سب کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں، اس کا اثر انشاء اللہ اچھا ہوگا اور مخالفت ختم ہوجائے گی۔ و اللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع المآب

احقر صدیق احمد

خادم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

تبلیغی جماعت پر بعض معترضین کے جواب میں حضرت کا خط

لندن برطانیہ سے ایک صاحب تبلیغی جماعت کی اصلاح کے نام پر مختلف مضامین شائع کرتے رہتے ہیں جس میں سخت بے عنوانیاں کرتے ہیں، اصلاح کے نام پر فتنہ برپا کررکھا ہے، مختلف علماء کی تحریرات حاصل کر کے اپنی تائید چاہتے ہیں، حضرت کے پاس بھی ان کے متعدد خطوط آئے، حضرت نے فرمایا کہ بعض لوگوں کو حق گوئی کا اتنا غلبہ اوراس میں اتنا غلو ہوتا ہے کہ ایک حق گوئی کے پیچھے سیکڑوں ناحق گوئی کرتے ہیں حد سے تعدی کرتے ہیں اوران کے خطوط کا مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے خطوط موصول ہوئے میں بہت مصروف رہتا ہوں دوسرے کاموں کے لئے بڑی مشکل سے وقت نکال پاتا ہوں۔

آپ سے گذارش ہے کہ جومضمون شائع کیا کریں پہلے ان حضرات کودکھادیا کریں جن کوسرپرست تجویز کیا ہے، جوکام ہوان کے مشورہ سے ہو،اس میں انشاءاللہ برکت ہوگی۔

مسلمانوں کے معاشرے میں جوخرابیاں ان کی زندگی کا جزء بن گئی ہیں اوروہ ان سے ہٹنانہیں چاہتے تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں ان کی اصلاح کی طرف توجہ کیجئے۔

ایسے لوگوں سے اسلام کی بدنامی ہوتی ہے اور دوسری قوموں کے ذہن میں اسلام کے بارے میں غلط تصور قائم ہوتا ہے، وہ ان مسلمانوں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم یہی ہے جو یہ کررہے ہیں، اس سے اسلام سے نفرت پیدا ہوتی ہے، اس وقت اس قسم کے اصلاحی کاموں کی زیادہ ضرورت ہے۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس کے بارے میں احقر کی ناقص رائے یہ ہے کہ افراد میں جو خامیاں نظر آئیں ان کی اطلاع مرکز میں کردیا کریں، اس جماعت کا اور جماعت کے امیر کا نام بھی تحریر کردیا کریں تا کہ ان کی اصلاح کی جائے افراد کی خامیوں کو پوری جماعت کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔

اس کا تو سب ہی کو اعتراف ہے کہ اس جماعت سے فائدہ پہونچا ہے، ہزاروں غیر مسلم ایمان لائے ہیں، لاکھوں افراد جو اپنے کو مسلمان کہنے کے باوجود طرح طرح کی جہالت اور گمراہی میں مبتلا تھے ان کی اصلاح ہوئی اور ہورہی ہے، اس لئے احتیاط کی ضرورت ہے۔

ایسا طریقہ نہ اختیار کیا جائے جس سے عوام میں پوری جماعت کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوجائے اور جو کچھ کام ہورہا ہے وہ بھی ختم ہوجائے۔

آپ کے اندر اللہ پاک نے صلاحیت عطا فرمائی ہے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے بہت سے کام ہیں مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلایئے اور ان کے منتشر شیرازہ کو متحد کرانے کی کوشش کیجئے۔ احقر صدیق احمد

خادم جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ، انڈیا

تبلیغی جماعت کی اہمیت

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا لفافہ ملا حالات پڑھ کر بہت افسوس ہوا تبلیغی جماعت سے ملک اور بیرون ملک میں جو نفع ہوا وہ سب کو معلوم ہے لیکن جب دینی کام ہوتا ہے تو شیطان کوشش کرتا ہے کہ اس کو کسی طرح بند کردے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ میرے استاد ہیں میں اچھی طرح پورے حالات سے واقف ہوں وہ ہمیشہ اس کام سے خوش

رہے، آپ لوگوں کو سمجھائیے کہ اس قسم کے وساوس دلوں میں نہ پیدا کریں یہ شیطان کی حرکت ہے جو لوگوں کو دینی کام سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔

آپ اپنا کام کرتے رہیں اور لوگوں کو غلط فہمیاں دور کرتے رہیں، ان کو نرمی سے سمجھائیں، اللہ پاک آپ حضرات کی نصرت فرمائے۔

احقر صدیق احمد

جامعہ عربیہ، ہتوڑا، باندہ

تبلیغی جوڑ و اجتماعات میں عموماً بارش وغیرہ کیوں ہوتی ہے؟

تبلیغی اجتماعات عام طور سے ہوتے رہتے ہیں ہر شخص ان اجتماعات سے اچھی طرح واقف ہے، ہتورا میں ۲۷/۲۸/۲۹ / جنوری ۱۹۸۹ء میں تبلیغی بڑا اجتماع ہوا اور اس سے دس سال قبل بھی ایک اجتماع ۱۷/۲۸/۲۹ / جنوری ۱۹۷۹ء میں ہوا تھا، لوگوں کے اندازہ کے مطابق لاکھوں کا مجمع تھا۔

اللہ کی مصلحت ومشیت کہ پہلے اجتماع میں سردی کے موسم میں طوفان آیا بارش ہوئی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، اور اس دوسرے اجتماع میں بھی دعاء کے بعد اچانک بجلی کے تار سے آگ لگی اور آناً فاناً پورا پنڈال جل کر خاک ہوگیا، ایک کہرام مچ گیا، آگ کی لپٹ اور اڑتی ہوئی چنگاریاں اور اس کے اثرات دور دور تک پہونچ رہے تھے، پنڈال جلا، اسٹیج کے کچھ تخت جلے لیکن اللہ کا فضل کہ جانی ومالی نقصان گویا بالکل نہیں ہوا کیونکہ اجتماع ختم ہوجانے کی وجہ سے مجمع منتشر ہو چکا تھا، لیکن پھر بھی پنڈال کے جل جانے سے ہزاروں کا نقصان ہوا، اور اسکی شہرت دور دراز علاقوں میں بہت جلد پھیل گئی۔

بعض فتنہ پرور جماعتوں نے کہنا شروع کردیا کہ تبلیغی جماعت گمراہ جماعت ہے جب ہی تو عموماً اجتماعات میں قہر خداوندی نازل ہوتا ہے، پہلے اجتماع میں طوفان آیا

بارش کا عذاب آیا دوسرے اجتماع میں آگ لگی اور اللہ کا قہر نازل ہوا۔

بعض محبین و متعلقین اور تبلیغ سے جڑے ہوئے حضرات بھی کچھ تذبذب میں پڑ گئے اور کچھ حضرات نے حضرت کی خدمت میں اس قسم کے خطوط لکھے جس کا حاصل یہ تھا کہ۔

''جو تبلیغی اجتماعات عالمی یا صوبائی پیمانے پر ہوتے ہیں ان میں عام طور پر کوئی نہ کوئی ناگہانی آفت نازل ہوتی ہے، حالانکہ تبلیغی کام کے متعلق ہمارے اکابر کا اتفاق ہے کہ یہ کام بارگاہ خداوندی میں نہایت پسندیدہ ہے، نیز اخلاص پر مبنی ہے پھر اجتماعات میں اس قسم کے واقعات کے ہونے کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے، اور معترضین کو اس کا کیا جواب دیا جائے؟ حضرت دامت برکاتہم نے جواب تحریر فرمایا:

''مکرمی السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ

تبلیغی کام سے اس امر کی کوشش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں زندہ ہوں، امت کا مزاج دینی ہو، جو حال اللہ کی طرف سے پیش آئے اس پر راضی رہے۔

صبر بھی انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی سنت ہے اس سنت پر عمل کرنے والے کتنے ہیں اس قسم کے واقعات سے آزمائش ہوتی ہے کہ کتنے اللہ کے بندے صبر کرنے والے ہیں، قرآن پاک واحادیث میں اس کی کتنی تاکید ہے وہ پڑھنے والے جانتے ہیں۔

کون سا نبی اور ولی ایسا دنیا میں ہوا ہے جس کو سخت آزمائش سے نہ دوچار ہونا پڑا ہو کتنے صحابہ شہید ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا گیا، کتنے انبیاء ہیں جن کو ستایا گیا شہید کیا گیا، حضور کو اپنے وطن سے نکلنا پڑا کیا یہ سب واقعات ایمان والے کے لئے سبق آموز نہیں ہیں، حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے اس کے بعد جو ان سے زیادہ قریب ہوتے ہیں ان کی ہوتی ہے۔

صبر کرنے والوں کے فضائل قرآن اور حدیث پاک کے اندر دیکھئے، جگہ جگہ ہے

کہ صبر کرنے والوں کو اللہ پاک بے حساب کتاب اجر عطا فرمائے گا، صبر جب ہی ہوگا جب صبر والے حالات پیش آئیں۔

صدیق احمد

کبھی مصیبت اور حوادث کے ذریعہ ایمان کی آزمائش ہوتی ہے

ایک صاحب نے خط لکھا کہ سنا ہے کہ آپ کے یہاں تبلیغی عالمی اجتماع کے موقع پر پنڈال میں آگ لگ گئی تھی جس سے بڑا نقصان ہوا، کیا یہ خبر صحیح ہے؟ بڑی فکر لاحق ہے جلد جواب تحریر فرمائیں، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم

خبر صحیح ہے لیکن وہاں شامیانے کے نیچے کوئی نہ تھا نہ سامان تھا، اکثر لوگ جا چکے تھے جو تھے وہ شامیانے سے باہر تھے، اللہ پاک کی طرف سے یہ ایک آزمائش ہوئی ہے خداوند کریم ہر حال پر اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

حوادث سے کوئی نبی یا ولی نہیں بچا، دنیا میں ہر شخص کے ساتھ اس قسم کا معاملہ اس کی ایمانی آزمائش کے لئے ہوتا رہتا ہے، آپ دعاء کریں۔ صدیق احمد

اللہ والوں کو طرح طرح کی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے

ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب عرصہ دراز سے بیمار چل رہے تھے کہ اتفاقاً گاڑی سے ٹکرا جانے کی وجہ سے سخت چوٹ آئی اور معذور ہو گئے، بڑی پریشانی اور مصیبت کا شکار ہو گئے حضرت کی خدمت میں اپنی پریشانیاں لکھیں اور دعاء کی درخواست کی حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرم بندہ زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ پاک صحت عاجلہ کاملہ مستمرہ عطا فرمائے، **اشد الناس بلاء الانبیا ثم الامثل فالامثل** (مصیبتوں میں سب سے زیادہ انبیاء مبتلا ہوتے ہیں پھر درجہ بدرجہ) آپ کے تو درجات یقیناً بلند ہورہے ہیں، لیکن مخلوق فیض سے محروم ہے، اللہ پاک جلد عافیت کے ساتھ مخلوق کو فیضیاب ہونے کا موقع عنایت فرمائیں، آج کل میں بھی بڑی پریشانیوں میں ہوں، دعاء کا محتاج ہوں، مدرسہ میں انشاء اللہ روزانہ دعاء ہوگی۔

احقر صدیق احمد

تبلیغی کام سست پڑ جانے کی وجہ سے بعض تبلیغ والوں کو تنبیہ

قصبہ جگنی ضلع فتح پوران قصبات میں سے ہیں جہاں حضرت نے بڑی جد وجہد سے دینی کام کو فروغ دیا، آپ کے بار بار جانے اور کوشش کے نتیجہ میں وہاں کے لوگ تبلیغی کام سے جڑ گئے، ایک دینی مدرسہ قائم ہوگیا اطراف میں جس کا فیض جاری ہے، نیز کافی تعداد میں وہاں کے لڑکے حافظ قاری عالم موجود ہیں جن میں بہت سے سعودیہ، دوبئی چلے گئے بدقسمتی سے جگنی والوں میں آپس میں کسی وجہ سے اختلاف ہوگیا جس کی وجہ سے دینی کام بہت سست پڑ گیا اس موقع پر حضرت نے ان حضرات کے نام مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

بخدمت شریف جمیع صاحبان جگنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جگنی کی جو خصوصیات تھیں وہ سب ختم ہورہی ہیں، آپ حضرات جماعت میں کتنا

حصہ لیتے تھے کئی بار اجتماع ہوا مگر اب بالکل آپ حضرات ٹھنڈے ہو گئے ہیں اور کام بالکل ختم ہے ورنہ علاقہ کا حال ہی کچھ اور ہوتا، جو ہوا اس پر ندامت ہو اور توبہ ہو اس کے بعد خدا سے دعاء کر کے قدم اٹھایئے اور پورے علاقہ کو سنبھالئے۔ صدیق احمد

تبلیغی اجتماع کی تیاری کی اہمیت

ایک صاحب نے اصرار کے ساتھ جلسہ میں حضرت کو دعوت دی حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرم بندہ زید کرمکم

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ

یہاں جنوری میں اجتماع طے ہو گیا ہے، مجھے اسباق کے ساتھ جگہ جگہ اس کے لئے جانا طے ہوا ہے اس لئے سب اسفار ملتوی کر رہا ہوں، آئندہ سال انشاء اللہ وقت نکالوں گا۔ صدیق احمد

خادم جامعہ عربیہ، ہتورا، باندہ

تبلیغی اجتماع میں شرکت توسعادت ہے

ایک صاحب نے اپنے یہاں تبلیغی اجتماع رکھا اور حضرت سے شرکت کی درخواست کی حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم

انشاء اللہ اجتماع میں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا، یہ تو اپنی سعادت ہے۔

صدیق احمد

جماعت میں جاؤں یا نہیں؟

ایک صاحب نے بذریعہ خط جماعت میں جانے کے سلسلہ میں حضرت سے مشورہ طلب کیا کہ جاؤں یا نہیں، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی السلام علیکم

جماعت میں جانے کے لئے اگر حالات سازگار ہوں، کوئی مانع نہ ہو تو ضرور تشریف لے جایئے۔ صدیق احمد

جماعت میں کتنا وقت لگائیں؟

ایک صاحب نے لکھا کہ میرے رشتہ دار جماعت والے مجھے جماعت میں نکلنے سال میں ایک چلہ اور مہینہ میں تین دن نکلنے کے لئے اصرار کرتے ہیں اور میرے ایسے حالات نہیں، کاروبار بھی صحیح نہیں چلتا میں کیا کروں آیا ہر حال میں چلہ میں جانا ضروری ہے، اور میں کاروبار کہاں کروں اپنے وطن میں یا دوسری جگہ جہاں کے لوگ مجھے بلا رہے ہیں؟ حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی السلام علیکم

اپنے حالات کے اعتبار سے آپ وقت لگایا کریں، اللہ پاک فضل کا معاملہ فرمائے، کاروبار کے سلسلہ میں آپ استخارہ کرلیں۔

صدیق احمد

لڑکیوں کی شادی کرنا مقدم ہے یا چلہ میں جانا

ایک صاحب نے لکھا کہ میری تین لڑکیاں ہیں جن کی شادی کرنا ہے، ذرائع آمدنی محدود

ہیں، مقروض بھی ہوں، مشورہ میں لوگوں نے طے کردیا ہے کہ میں چلہ میں جاؤں، ایسے حالات میں میں کیا کروں؟ شادی کر کے پھر چلہ میں جاؤں یا چلہ لگالوں؟ حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم

شادی کر کے جائیے، مقامی کام میں شرکت کرتے رہئے۔

صدیق احمد

جماعت میں جایئے نیک صحبت میں رہئے انشاءاللہ شراب کی عادت چھوٹ جائے گی

ایک صاحب نے لکھا کہ میں شراب کا عادی ہوں شراب پینے کی میری پرانی عادت ہے، اب میں دنیا سے گھبرا چکا ہوں مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا، میں شراب چھوڑنا چاہتا ہوں، آپ میری شراب چھڑا دیجئے، اور ایسی کوئی تدبیر بتلایئے کہ میری شراب چھوٹ جائے، اور یہ بھی لکھا کہ اہلیہ کو سفید داغ کی شکایت ہے دعاء فرمائیں۔ حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم

آپ ایک چلہ کے لئے کہیں جا کر اچھی صحبت میں وقت گذاریں اس سے انشاء اللہ یہ عادت چھوٹ جائے گی، اہلیہ کے لئے سورہ فاتحہ سات بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلا دیا کیجئے۔

صدیق احمد

چلہ میں جانے والے کو نصیحت

ایک صاحب نے تحریر فرمایا: میرا چلہ میں جانے کا ارادہ ہے آپ سے دعاء کی درخواست ہے مجھے آپ کچھ نصیحتیں کر دیجئے، انشاءاللہ عمل کروں گا، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے خیریت ہو، دعاء کرر ہاہوں، اللہ پاک مقاصد حسنہ میں کامیاب فرمائے، نماز باجماعت قرآن کی تلاوت کا اہتمام کیجئے، اس کا لحاظ رکھئے کہ اپنے سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، کوئی تکلیف دے تو صبر کیجئے۔

صدیق احمد

غلط اور گندے ماحول میں کیسے رہنا چاہئے

ایک صاحب نے لکھا کہ مجھے یہاں ہر چیز کا آرام ہے کوئی پریشانی نہیں، لیکن محلّہ کا ماحول بہت برا اور بڑا گندہ ہے، غلط قسم کے لوگ برائیوں میں مبتلا رہتے ہیں، نمازی بھی چند گنے چنے ہیں، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی السلام علیکم

آپ اپنی حفاظت کرتے رہیں، اور لوگوں کے اندر دین پیدا کرنے کی کوشش کریں آپ صرف اس کے مکلّف ہیں۔

صدیق احمد

جہاں تبلیغی کام دشوار ہوا نتظام کر کے دوسری جگہ کام کرنا چاہئے

ایک صاحب نے لکھا کہ ہمارے مسجد میں بڑا خلفشار ہے جب سے۔۔۔صاحب کا انتقال ہوا ہے طرح طرح کے فتنے کھڑے ہور ہے ہیں تبلیغی کام بہت سست ہو گیا ہے اور اس کی بڑی مخالفت ہو رہی ہے، میں جامع مسجد کا امام ہوں میرے متعلق آوازیں اٹھتی ہیں کہ یہ امام وہابی ہے اس کو برطرف کرو، اس مسجد میں تبلیغی کام دشوار ہو گیا ہے اس کے متعلق

حضرت سے مشورہ مطلوب ہے،حضرت نے جواب تحریرفرمایا:

عزیزم السلام علیکم

جماعت والوں سے کہہ دو اگر زمین مل جائے تو علیحدہ مسجد بنائیں تاکہ اطمینان سے کام ہوسکے۔ صدیق احمد

بجائے جماعت کے انفرادی ملاقات کی ضرورت

حضرت کی خدمت میں ایک جماعت آئی اپنی کارگذاری سنائی کہ فلاں جگہ جہاں اہل بدعت کا غلبہ ہے وہاں انفرادی ملاقات سے فائدہ ہوا مخالفین بھی تبلیغ سے مانوس ہوگئے، حضرت نے فرمایا: اسی طرح پورے علاقہ میں کام کریئے، جہاں ایسے لوگ موجود ہوں جماعت کی شکل میں نہ جایئے بلکہ انفرادی ملاقات کریئے، اور علاقہ کے ایک ذمہ دار صاحب کے نام مندرجہ ذیل رقعہ بھی تحریرفرمایا:

مولوی طیب صاحب سلمہ

گذھی میں جو مسجد آپ کی زیرنگرانی بنی ہے، وہاں چند خصوصی لوگ جاکر انفرادی ملاقات کریں، دور چار مرتبہ اس طرح جاکر ذہن صاف کئے جائیں تو انشاء اللہ امید ہے کہ وہ لوگ کام سے جڑ جائیں گے،آپ ساتھ رہیں۔

صدیق احمد

ایک مبلغ صاحب نے اپنے حالات تحریرفرئے ،اور دعاء یک درخواست کی، حضرت نے جواب تحریرفرمایا:

مکرمی زیدکرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دعاءکررہاہوں اللہ پاک مقاصد حسنہ میں کامیاب فرمائے،معمولات کی پابندی سے مسرت ہوئی،انفرادی ملاقات کیجئے،ان کو دین کی ترغیب دیجئے۔ صدیق احمد

تبلیغی جماعت میں کوئی دوسرا کورس جاری کرنا مناسب نہیں

ایک عالم صاحب نے تحریر فرمایا:

علم دین کا ایک حصہ فرض عین کا درجہ رکھتا ہے، جس کا سیکھنا ہر مرد عورت پر لازم ہے لیکن اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، تبلیغی جماعت کے ذریعہ لوگوں کا ذہن تو بن جاتا ہے لیکن مستقل کورس نہ ہونے کی بنا پر جماعت والے بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل نہیں کرتے، اس سلسلہ میں حضرت کی جو تجویز ہو ارشاد فرمائیں، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم السلام علیکم

تبلیغی جماعت کا مقصد تو لوگوں کے اندر دین کا جذبہ پیدا کرنا ہے نہ کہ عالم بنانا، جب دینی شوق پیدا ہو جائے گا خدا کا ڈر آئے گا تو انسان خود ہی حلال وحرام کا لحاظ رکھے گا۔ صدیق احمد

تبلیغی جماعت کے سلسلہ میں مشورہ امیر جماعت سے کیجئے

درس قرآن اور دینی مذاکرہ کا وقت علیحدہ مقرر کیجئے

ایک صاحب نے تبلیغی جماعت سے متعلق بہت سے مشورے دیئے اور حضرت والا سے رائے طلب کی، رہنمائی چاہی، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

بہتر یہ ہے کہ جماعت کے سلسلہ میں جو مشورہ کرنا ہو وہ جماعت کے امیر سے کئے جائیں، قرآن پاک کی تفسیر اور دینی مذاکرہ کے بارے میں کوئی وقت مقرر کرلیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ صدیق احمد

درس تفسیر کا اہتمام کرنا چاہئے

ایک صاحب نے لکھا کہ یہاں کچھ جماعت اسلامی کے لوگ بھی ہیں جو مجھ سے اصرار کررہے ہیں کہ جمعہ میں ترجمہ قرآن وتفسیر بیان کیا کروں ،حضرت جیسا مشورہ عنایت فرمائیں،حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زیدکرمکم السلام علیکم

ترجمہ (وتفسیر) ضرور بیان کیجئے اس میں اصلاحی باتیں بیان کرنے کا موقع ملے گا،اللہ پاک کامیاب فرمائے۔

صدیق احمد

علاقہ کے تبلیغی اجتماع میں شرکت کی اجازت

(اعلان برائے مدرسین) فتح پور کے تبلیغی اجتماع کے سلسلہ میں جومدرسین جانا چاہیں مدرسہ کی طرف سے اتواراور دوشنبہ دو یوم کی رخصت دی جائے گی،اوراس میں تنخواہ نہ وضع کی جائے گی۔

صدیق احمد ۱۹/ر ج/۱۳۹۸ھ

مدرسہ کے طالب علم کو جماعت میں جانا چاہئے یا نہیں

ایک طالب علم نے تحریر کیا کہ اللہ کا شکر ہے میں محنت سے پڑھتا ہوں،اور چھٹیوں میں جماعت میں بھی جاتا ہوں،مدرسہ میں جمعرات کو طلبہ کی جماعت بھی نکالتا ہوں،جب گھر جاتا ہوں وہاں بھی اس کام کو جاری رکھتا ہوں،تبلیغ کی وجہ سے تقریر وغیرہ کرنے کا بھی اتفاق ہوتا ہے،ایک مرتبہ والد صاحب نے مجھ کو بلوایا اور فرمایا کہ کیا تم جماعت میں جاتے

ہو، پڑھتے کیا ہوگے جو طالب علم ادھر ادھر تقریروں اور جماعتوں میں پھرتا رہے گا وہ کیا پڑھتا ہوگا، کسی کام کے نہ رہو گے، محنت سے پڑھو، الغرض میرے گھر کے لوگوں نے جماعت میں نکلنے سے باصرار منع کیا ہے، میں آپ سے مشورہ کرتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے، میں جماعت میں جایا کروں یا نہیں؟ تبلیغی کام کروں یا نہیں؟ حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم السلام علیکم

تعلیم کے زمانہ میں چھٹی کے اوقات میں وقت لگا دیا کیجئے، مقامی کام میں شرکت کرلیا کیجئے، رمضان کی تعطیل ہوتی ہے اگر حافظ قرآن ہوں تو قرآن پاک سنا کر وقت لگا دیا کریں۔

صدیق احمد

مدرسہ کے مدرسین تبلیغی نظام کے تحت ہر مہینہ تین دن کا وقت دیں یا نہیں؟

ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ بعض تبلیغی احباب کا اصرار ہے کہ مدرسہ ومسجد سے چھٹی لے کر کم ازکم تین یوم ہر ماہ جماعت میں نکلا کروں تاکہ اس لائن سے بھی فائدہ ہو، اس لئے مشورہ مطلوب ہے کہ آیا مدرسہ سے تعلیم وتدریس اور مسجد سے امامت وتفسیر کی رخصت کر کے جماعت میں جایا کریں یا صرف مقامی طور پر شرکت کرلیا کیں اور جماعت میں نہ جاکر مدرسہ ومسجد کی لائن کی جو خدمات ہیں ان ہی میں مصروف رہا کروں؟ آپ جیسا حکم فرماویں گے ویسا ہی عمل ہوگا، انشاءاللہ، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم السلام علیکم

ان احباب سے کہئے کہ میں اپنے حالات مرکز دہلی میں بھیج رہا ہوں، وہاں سے

جولائحہ عمل تجویز ہواس پر عمل کیا جائے ، مجھے معلوم ہے کہ مرکز میں طلبہ اور مدرس اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں اور تعلیم کی اہمیت ان کو اچھی طرح معلوم ہے، البتہ چھٹی کے ایام میں طلبہ کچھ وقت نکالتے ہیں،ان حضرات سے کہئے کہ جب مرکز کے حضرات اس قسم کا مطالبہ نہیں کرتے اور نہ کسی مدرسہ والوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں تو آپ حضرات ایسا کیوں کررہے ہیں، ہمارے یہاں بھی آپ نے دیکھا کہ جمعرات کی شام کو کچھ طلبہ جماعت بنا کر جاتے ہیں اور جمعہ کو پھر واپس آجاتے ہیں۔

صدیق احمد

مدرسہ کے ساتھ تبلیغی کام

ایک صاحب نے جو مدرسہ میں مدرس تھے انہوں نے تحریر فرمایا کہ یہاں تعلیم کے ساتھ تبلیغ کا کام بھی کرنا ہوتا ہے ہفتہ میں اجتماع ،گشت ،روزانہ کی تعلیم ، مہینے کے تین دن ،سال کا چلہ یہ سب کرنا ہوتا ہے حضرت مشورہ عنایت فرمائیں کہ یہ سب کرتا رہوں؟ مناسب ہے؟ حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم

تعلیم کی پابندی بہت ضروری ہے ہفتہ واری اجتماع میں شرکت کرتے رہئے، جمعہ کے دن کسی قریب کی بستی میں جماعت کے ساتھ چلے جایا کیجئے اتنا کافی ہے۔

صدیق احمد

فراغت کے بعد علمی وتدریسی کام کرنے والوں کے لئے ایک چلہ لگانا کافی ہے، سال لگانا ضروری ہے

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے خیریت ہو، طاہر سلمہ سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس پر اصرار ہے کہ ایک سال جماعت میں وقت لگائیں، ہم لوگ بحمدہٖ تعالیٰ تبلیغ سے پوری دلچسپی رکھتے ہیں، طاہر سلمہ کی استعداد ماشاءاللہ متوسط ہے ان کو تدریسی خدمات انجام دینی ہیں، اس لئے کتابوں میں پختہ استعداد پیدا کرانے کی ضرورت ہے، اگر وقت ان کے پاس ہے تو احقر کی رائے یہ ہے کہ ایک چلہ گذار کر یہ اپنی کتابی استعداد حاصل کرنے میں وقت لگائیں، تبلیغ کا کام تو تاعمر کرنا ہے مگر درس وتعلیم کے ساتھ ساتھ، اس لئے علاج کے بعد آپ ایک چلہ کے لئے بھیج دیں اس کے بعد جو وقت ہے وہ یہاں یا کسی ایسے ادارہ میں جہاں ان کو اپنی علمی استعداد بنانے میں سہولت ہو بھیج دیں۔

احقر صدیق احمد

جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ

اطلاع یا مشورہ؟

ایک قاسمی عالم صاحب نے تحریر فرمایا کہ الحمد للہ اس وقت جماعت میں ہوں اور اب تین چلہ میں جانے کا ارادہ ہے، اس کے بعد سفر حج کی پیدل جماعت میں جانے کا ارادہ ہے دعاء فرمایئے، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا، اور آپ کے ارادہ کا علم ہوا، جب آپ نے ایک بات طے کر لی ہے تو پھر اس میں کسی مشورہ کی گنجائش نہیں۔

صدیق احمد

چلہ لگانا ضروری نہیں اصلاح ضروری ہے

ایک صاحب نے لکھا کہ میرا دواخانہ نہیں چلتا، پریشان ہوں، ہر سال میرا معمول چلہ لگانے کا ہے اس سال میرے حالات ٹھیک نہیں، میرے لئے بہتر مشورہ عنایت فرمائیں، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

برادرم السلام علیکم

دعاء کررہا ہوں اللہ پاک معمولات کی پابندی نصیب فرمائے دواخانہ نہیں چل رہا تو کوئی دوسرا کام جو مناسب ہو شروع کردیجئے۔ چلہ لگانا ضروری نہیں، اصلاح ضروری ہے، چلہ اسی مقصد کے لئے ہوتا ہے۔

صدیق احمد

صرف چلہ لگانا کافی نہیں شریعت کے تمام احکام کی پیروی ضروری ہے

ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ ہمارے محلّہ میں ایک دیندار گھرانہ کی لڑکی جس کی عمر تقریباً ۲۰ سال ہے ایک ہندو کے گھر چلی گئی یہاں پر سب لوگ تبلیغی جماعت کے کارکن ہیں بڑی بدنامی ہورہی ہے، دعاء فرمائیے ایک دیندار گھر کی لڑکی کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے بچالے، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم

تبلیغ میں لگنے سے صرف کام نہیں چلتا، تمام احکام میں شریعت کی پابندی کی جائے، پردہ کا اہتمام نہ ہونے سے اس قسم کی خرابیاں ہو رہی ہیں۔

صدیق احمد

گھر والوں کی اصلاح کے لئے

ایک صاحب نے اپنے گھر والوں بیوی بچوں کی شکایت کی کہ ان کی تعلیم و تربیت بالکل نہیں ہو پا رہی ہے، کیا تدبیر اختیار کی جائے؟ حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

برادرم السلام علیکم

کوشش کیجئے، دینی کتابیں گھر میں سنایا کیجئے، دعاء کر رہا ہوں۔

صدیق احمد

گھر کے لوگ پردہ نہیں کرتے تو کیا کریں

ایک صاحب نے لکھا کہ میرے گھر میں دینداری نہیں ہے گھر میں ایسی رشتہ دار عورتیں ہوتی ہیں جن سے پردہ واجب ہے لیکن وہ پردہ نہیں کرتیں، میں وہاں سے ہٹ جاتا ہوں، طبیعت پریشان ہوتی ہے جی چاہتا ہے گھر چھوڑ کر دوسری جگہ رہیں والدہ کی وجہ سے نہیں جاتا، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی السلام علیکم

شریعت کا حکم بتا دیا کریں، کوئی نہ مانے تو آپ بری ہو جائیں گے۔

صدیق احمد

امام ومؤذن کو متولی وکمیٹی کی اجازت کے بغیر جماعت میں جانا

ایک مسجد کے مؤذن صاحب نے تحریر فرمایا کہ میں مسجد کا مؤذن ملازم ہوں، اور جماعت میں جانا چاہتا ہوں لیکن مسجد کے متولی صاحب جانے سے منع فرماتے ہیں اس لئے میں جماعت میں نہیں جاپاتا، مقامی طور پر کام کرتا ہوں، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زیدکرمکم السلام علیکم

مقامی طور پر کام کرتے رہیئے، جب آپ مؤذن ہیں تو ظاہر ہے کہ سفر میں کیسے جاسکیں گے۔ صدیق احمد

ایسی حالت میں اہلیہ کو تنہا چھوڑ کر جماعت نہ جایئے

ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرا معمول تبلیغ میں وقت لگانے کا ہے، اس وقت صرف میں اور میری بیوی ہے، کوئی اولاد نہیں ہے، آپ نے جو دعا بتلائی تھی وہ بھی پڑھتا ہوں، پوچھنا یہ ہے کہ اس وقت میں اہلیہ کو تنہا چھوڑ کر چلہ کے لئے جماعت میں جاؤں یا نہیں، آپ کے حکم کا انتظار ہے حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زیدکرمکم السلام علیکم

اہلیہ کو تنہا چھوڑ کر سفر میں جانا مناسب نہیں مقامی طور پر کام کرتے رہیئے، دعا کرتے رہیئے، اور علاج بھی کیجئے۔ صدیق احمد

قرض لے کر تبلیغ (چلہ) میں نہ جایئے

ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس پیسے نہیں، لنگی کی تجارت کرتا تھا لیکن

اس میں کامیابی نہ ہوئی ، بکری نہ ہونے کی وجہ سے اس کو بند کردیا اب پھر سے شروع کرنے کا ارادہ ہے اس میں آپ کا کیا مشورہ ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ میرے معاشی حالات تو ٹھیک نہیں ہیں لیکن تبلیغی احباب بہت زور دیتے ہیں کہ چلے میں جاؤ جماعت میں نکلو، وقت لگاؤ، آپ فرمائیں میں کیا کروں، اگر آپ کا حکم ہوتو میں قرض لے کر چلا جاؤں حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم

حالات کا علم ہوا آپ کے پاس گنجائش ہوتو چلّے میں جایئے ورنہ مقامی کام میں شرکت کرتے رہئے ،قرض لے کر نہ جایئے ،اگر لنگی فروخت کرنے میں کچھ آمدنی کی امید ہوتو شروع کردیجئے۔

صدیق احمد

تنگدستی کے باوجود جماعت میں نکلنے پر اصرار کرنا اور قرض لے کر جماعت میں جانا ممنوع ہے

ایک صاحب نے بڑے اہتمام سے نیپال سے خط تحریر فرمایا کہ میرے پاس جماعت کے لوگ آتے ہیں اور مجھے جماعت میں نکلنے کے لئے کہتے ہیں میں ان سے اپنی مجبوری اور عذر ظاہر کرتا ہوں وہ بہت اصرار اور مجبور کرتے ہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ میرے پاس پیسہ نہیں تنگدستی ہے کیا قرض لے کر جماعت میں جاؤں؟ وہ کہتے ہیں کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر گھر میں کوئی بیمار ہوجائے دوتین چار ہزار خرچ کرنے کی ضرورت ہوتو خرچ کروگے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ ضرور خرچ کروں گا تو وہ کہتے ہیں کہ پھر جماعت میں بھی

ضرور نکلو، میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ ایسے حالات میں دوسروں سے پیسہ لے کر بھی کیا میں جماعت میں جایا کروں؟ حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم

جولوگ آپ کی مجبوریوں کونہیں دیکھتے اور اصرار کرتے ہیں ان سے آپ کہیں کہ اکابر اس کی اجازت نہیں دیتے، ان سے یہ بھی کہئے کہ دہلی مرکز سے آپ معلوم کر لیجئے کہ ایسی حالت میں میرے لئے سفر درست ہے یا نہیں، البتہ مقامی کام میں حصہ لیتے رہئے۔

صدیق احمد

تبلیغی اجتماع کے سلسلہ میں خصوصی لوگوں سے چندہ

تبلیغی جماعت کے بعض احباب نے حضرت کی خدمت میں تحریر فرمایا کہ بارہ بنکی میں عالمی اجتماع کی محنت کے سلسلہ میں باہر کی جماعتوں کی آمد ورفت شروع ہو چکی ہے، فوری طور پر بعض مساجد میں جو سینٹر ہیں غسل خانے اور فلش بیت الخلاء کی ضرورت، نیز پنکھوں وغیرہ کی بھی ضرورت ہے اس سلسلہ میں خیال تھا کہ لکھنؤ کے چند احباب سے مل کر اس کام کو فوراً کر لیا جائے، پھر مشورہ ہوا کہ حضرت والا سے اس سلسلہ میں رائے لے لی جائے، اب جیسا حضرت فرمائیں گے انشاء اللہ ویسا ہی کیا جائیگا حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم السلام علیکم

آپ ملاقات کر لیجئے اور ضرورت ظاہر کیجئے، یہ بھی کہہ دیجئے کہ اپنے کسی آدمی کو بھیج کر خود ہی دیکھ لیں کہ ضرورت ہے یا نہیں، امید ہے کہ انتظام ہو جائے گا، اس کو جلد ہی کر لیجئے۔

صدیق احمد

عورت اور چلہ

ایک محترمہ نے تحریر فرمایا کہ میں نے چلہ لگایا لیکن میرے ایمان میں روشنی نہیں پیدا ہوئی، ایسا طریقہ بتلائیں جس سے ایمان میں تازگی پیدا ہو، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

محترمہ زید مجدہا

چلہ کس کے مشورہ سے لگایا تھا؟ بغیر محرم کے سفر نہ کرنا چاہئے، آپ اپنے مقام میں رہ کر عورتوں میں تعلیم کیجئے، نماز کی رغبت دلائیے، دینی باتیں بتائیے۔ صدیق احمد

جوانوں اور بڑوں کی اصلاح کا طریقہ

برادرم السلام علیکم

دعاء کرتے رہئے، درخواست کرتے رہئے یہی آپ کے اختیار میں ہے، مار کر تو نماز پڑھا نہیں سکتے دوسروں سے کہلائیے۔ صدیق احمد

برادرم السلام علیکم

دعاء کر رہا ہوں اللہ پاک فضل فرمائے، اچھی طرح پیش آئیں خدمت کرتے رہیں۔

صدیق احمد

مائک سے اذان دینا ضروری نہیں فتنہ سے بچنا ضروری ہے

ایک صاحب نے تحریر کیا کہ ہم لوگ صوبہ بہار میں ایک دیہات میں رہتے ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی بہت مختصر ہے صرف سو گھر مسلمانوں کے ہیں اور عموماً مزدور

طبقہ کے لوگ ہیں مدتوں کی کوشش کے بعد ہم لوگوں نے اذان دینے کے لئے مائک (لاؤڈ اسپیکر) خریدا ہے لیکن غیر مسلموں کو اس پر اعتراض ہے، غیر مسلموں کی آبادی تقریباً ایک ہزار سے زائد ہے غیر مسلم اذان دینے سے منع کرتے ہیں اور ظلم پر کمربستہ ہیں، ہم لوگ یہ رقعہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت والا لاؤڈ اسپیکر سے اذان دینے کی صورت بتائیں، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

بخدمت جمیع احباب ''سربیور کویا''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حالات کا علم ہوا، سورہ یٰسٓ شریف پڑھ کر روزانہ دعاء کی جائے ابھی مائک سے اذان نہ دی جائے، اللہ پاک راہ کھولے گا، مائک فروخت کردیجئے یا حفاظت سے رکھ دیجئے، مائک سے اذان دینا ضروری نہیں، فتنہ سے بچنا ضروری ہے، دعاء سے بڑی مشکلات حل ہوجاتی ہیں اس لئے دعاء کا اہتمام کیا جائے۔

صدیق احمد

علاقہ میں لوگ مرتد ہورہے ہیں

ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ علاقہ میں لوگ مرتد ہورہے ہیں، دعاء فرمایئے، کچھ محنت کررہا ہوں، جواب تحریر فرمایا:

مکرمی السلام علیکم

آپ محنت کرتے رہیں، بندہ اسی کا مکلّف ہے، اللہ پاک کی نصرت ہوگی، ایسے علاقہ میں بار بار تشریف لے جایا کریں اس کا اچھا اثر ہوگا۔

صدیق احمد

فتنہ ارتداد اور حضرت کی جدوجہد

مکرم بندہ دام کرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کا لفافہ ملا حالات معلوم ہوئے بہت افسوس ہے یہ سب ہم لوگوں کی کوتاہی کا نتیجہ ہے جو فکر ہونی چاہئے اور اس کے مطابق جیسا عمل ہونا چاہئے نہ ہوسکا اور اب بھی نہیں ہورہا ہے آپ حضرات اس کے لئے وقت نکالیں اور اس قسم کے مقامات کا دورہ کرکے مرتدین کو پھر سے واپس لانے کی کوشش کریں۔

جگہ جگہ مکاتب قائم کئے جائیں مدرسین سے اطراف کا دورہ بھی کرایا جائے ان سے آپ لوگ روئداد طلب کیا کریں۔

(نوٹ) پورا خط نقل نہیں ہوسکا وہ صاحب لے کر چلے گئے۔

فتنہ ارتداد اور حضرت اقدس کی جدوجہد

فتنہ ارتداد کی تحریک ایک دو مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ اس علاقہ میں شدت اختیار کرچکی ہے، شروع میں جب حضرتؒ نے ارتداد کی خبر سن کر فتحپور (مدرسہ اسلامیہ) سے درس تدریس کا محبوب مشغلہ چھوڑ کر ارتداد زدہ علاقوں میں گھر گھر جاکر دین حق کی دعوت وتبلیغ فرمائی، اس کوشش کے نتیجہ میں الحمدللہ جتنے مرتد ہوئے تھے سب تائب ہوگئے، اور فتنۂ ارتداد ختم ہوا، اس کے بعد ہی حضرت نے ہتورا میں مدرسہ قائم فرمایا جس کی داستان طویل ہے، جگہ جگہ مکاتب قائم ہوئے اور الحمدللہ یہ سلسلہ جاری ہے، ادھر چند سالوں سے پھر بعض علاقوں میں فتنۂ ارتداد نمودار ہوا، مکمل سازش کے تحت ایک تحریک وجود میں آئی جس کے نتیجہ میں بعض مسلمانوں مرتد بھی ہوگئے، حضرتؒ کو اس کا علم ہوا فوراً اس کا سدباب

فرمایا، موقع محل کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے خود سامنے نہ آکر حکمت عملی سے کام لیا، مرتدین ہی کے خاندانی مسلمانوں کو بلا کر ان کے ذریعہ دعوت وتبلیغ فرمائی، اور سارا خرچ خود برداشت فرمایا، الحمدللہ اس کوشش میں پوری کامیابی ہوئی، حضرت اقدسؒ نے آئندہ کے خطرات کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ غیر مسلم آبادی سے جہاں صرف ایک ہی دو گھر مسلمانوں کے تھے کسی طرح ان کی رہائش کا نظم مسلم آبادیوں میں فرمایا، اور ان کے بچوں کو مدرسہ میں داخل فرما کر ان کے ہر طرح کے نخرے برداشت کر کے ان کی تعلیم وتربیت کا نظم فرمایا، حضرت کا معمول ہے کہ اس طرح کے کام خاموشی وگمنامی سے انجام دیتے رہتے ہیں، نہ شہرت نہ اعلان نہ اشتہار، کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ حضرت کیا کر رہے ہیں۔

البتہ حضرتؒ کا یہ بھی معمول ہے کہ حضرتؒ جن کو اپنا بڑا سمجھتے ہیں ان سے حالات کا اخفاء نہیں فرماتے، دعاء کے ساتھ قابل مشورہ امور میں مشورے بھی لیتے رہتے ہیں ورنہ صرف حالات کی اطلاع اور دعاء کی درخواست فرماتے ہیں، زیر نظر تحریر حضرت اقدس نے اپنے استاذ حضرت اقدس مفتی محمود صاحبؒ کے لئے لکھی جو ان کے خادم خاص کے نام تحریر فرمائی تا کہ وہ پڑھ کر حضرت مفتی صاحب کو سنا دیں، وہ خط یہ ہے جو بیشک مبلغین اور کام کرنے والوں کے لئے درس عبرت ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب

مکرمی ومحترمی جناب مولوی ابراہیم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے خیریت ہو، حضرت کا حال معلوم کرتا رہتا ہوں، برابر دعاء ہو رہی ہے، یہاں ضلع باندا کے مسلمانوں میں زیادہ منصوری برادری کے لوگ آباد ہیں، آزادی کے بعد ان میں ارتداد شروع ہوا جس کی وجہ سے میں نے فتحپور کے مدرسہ کی ملازمت ترک کی

تھی ، یہاں آکر کوشش کی الحمدللہ وہ سب واپس آ گئے ، اسی میں زیادہ محنت ہوئی بفضلہٖ تعالیٰ سیکڑوں حافظ ہوئے ، درجنوں کی تعداد میں عالم ہیں ، ان کی بستیوں میں مکاتب قائم ہیں ، اب یہ برادری بہت مضبوط ہوگئی ہے ، سب ہی لوگ دین سے واقف ہو گئے ، انشاءاللہ ارتداد کا خطرہ نہیں ۔

دوسری برادری جو کم تعداد میں ہے نٹ برادری ہے وہ زیادہ تر اہل ہنود کی بستیوں میں رہتے ہیں اور ایک ایک گھر آباد ہے ، وہ دونوں قسم کے نام رکھتے ہیں ، ایک اسلامی نام اور ایک غیر اسلامی ۔

یہاں چترکوٹ ہندوؤں کی بڑی تیرت گاہ ہے جہاں سادھو زیادہ رہتے ہیں ، انہوں نے مالدار ہندوؤں کو آمادہ کر کے کافی رقم حاصل کی ہے اور نٹ برادری کے لوگوں کو لالچ دے کر مرتد کر رہے ہیں ، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ۳ / اگست کو چالیس لوگوں کو مرتد کرنے کا اعلان تھا ، جب ہم لوگوں کو خبر ہوئی تو کوشش کی اور ان کی برادری کے سمجھدار لوگوں کو بلا کر ہر جگہ بھیجا ، انہوں نے سمجھایا اور ان کو ہر طرح کی سہولت دینے کا وعدہ کیا گیا ، الحمدللہ وہ تاریخ گذر گئی اور وہ لوگ مرتد نہیں ہوئے ، لیکن خطرہ بہت ہے ، جہاں جہاں اس سے پہلے ان کی آبادی کا علم ہوا تھا وہاں سے لڑکے لا کر ان کو تعلیم دی ، کئی حافظ ہو چکے ، چار پانچ عالم ہوئے ، لیکن ان لوگوں نے کچھ کام نہ کیا اور نہ یہ بتایا کہ اس برادری کے لوگ کہاں کہاں آباد ہیں ، زیادہ تر جنگلوں میں جو چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں وہ سب غیر مسلم ہیں ان کے درمیان رہتے ہیں ، اس لئے یہ پتہ نہ چل سکا ، ہم سب اس وقت اسی کام میں لگے ہیں ، دعاء فرمایئے ، حضرت سے دعا کرایئے ، کوشش یہ کی جارہی ہے کہ ان کو وہاں سے نکال کر مسلمانوں کی بستی میں آباد کیا جائے ، کامیابی کی دعاء کریں ۔

صدیق احمد

فتنہ قادیانی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد

ضرورت کے جلسوں میں شرکت کا اہتمام

ایک صاحب نے جلسہ دستار بندی کے لئے بڑے اصرار کے ساتھ حضرتؒ کو مدعو فرمایا، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مکرم بندہ زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

والا نامہ موصول ہوا، انہیں تاریخوں میں یہاں ایک اہم جلسہ ہے باندہ اور فتح پور کی سرحد پر ایک قصبہ ہے جس میں کچھ قادیانی لالچ دے دے کر لوگوں کو قادیانی بنا رہے ہیں اس لئے مشورہ سے طے ہوا کہ وہاں ایک جلسہ کیا جائے اس میں دوسرے علماء بھی باہر سے تشریف لا رہے ہیں خطوط جا چکے ہیں وہ سب حضرات شریک ہوں گے، اس لئے (آپ کے جلسہ میں) حاضری سے قاصر ہوں اللہ پاک جلسہ کو کامیاب فرمائیں، میرے لئے دعاء فرمائیے۔ احقر صدیق احمد

قادیانیوں سے مقابلہ کے لئے کتابوں کی فراہمی

باندا فتح پور علاقہ میں قادیانیوں کا زور تھا اور وہ اپنے باطل مسلک کی تبلیغ بڑے زور شور سے کر رہے تھے، لچھے دار تقریروں سے سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ کر رہے تھے، مناظرہ کا چیلنج بھی برابر کر رہے تھے اور یہ فتنہ بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا، حضرت نے اس کی فکر فرمائی اور اس فتنہ کے سدباب کے لئے مختلف تدبیریں اختیار فرمائیں، منجملہ ان کے ایک تدبیر آپ نے یہ بھی فرمائی کہ مناظرہ کے چیلنجوں کا جواب دیا جائے

،اس کے لئے علمی لحاظ سے ان ہی کی کتابوں اور تحریروں کے ذریعہ دندان شکن الزامی جوابات کے ذریعہ انکولا جواب کردیا جائے اس کے لئے ضرورت تھی کہ ان کی کتابوں کا براہ راست مطالعہ کیا جائے چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے بعض احباب کے پاس خطوط لکھے جن میں ایک خط مندرجہ ذیل ہے۔

مکرم بندہ زید کرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

اس علاقہ میں قادیانی فتنہ پھیلا رہے ہیں ،ضرورت ہے کہ ان کی کتابیں یہاں ہوں تاکہ لوگوں کو ان کی عبارتیں دکھائی جائیں جس میں انہوں نے خرافات لکھی ہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیف اوران کے جو خلفاء ہیں ان کی تصانیف کہیں نہیں دستیاب ہورہی ہیں براہ کرم جلد کتابیں بھیجنے کی زحمت گوارہ کریں ،بڑی شدت سے انتظار رہے گا، قادیانی لوگ ایک ماہ میں یہاں آنے والے ہیں ان سے بات کرنے کا وعدہ ہوگیا ہے۔

صدیق احمد

جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ، بھارت، ہند

خود اقدام نہ کیجئے

ایک صاحب نے لکھا کہ رضاخانی پورے علاقہ میں شور برپا کئے ہیں جلسہ جلوس کرکے اکابرین کو برا بھلا کہتے ہیں، دعاءفرمایئے ،حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم السلام علیکم

دعاء کررہاہوں اللہ پاک ہر قسم کے شر سے حفاظت فرمائے اپنی طرف سے کوئی اقدام نہ کیجئے ،انشاءاللہ مدد ہوگی۔ صدیق احمد

شریعت پر عمل کرنے سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی البتہ کبھی آزمائش ہوتی ہے

ایک صاحب نے لکھا کہ درخت کے نیچے تعزیہ رکھا جاتا تھا اور لوگ تعزیہ داری کرتے تھے، میں نے وہ درخت کٹوا دیا اور تعزیہ داری بھی بند کروادی کیونکہ لوگ تعزیہ سے اپنی مرادیں مانگتے تھے اور شرک کے مرتکب ہوتے تھے، لیکن درخت کے کٹوانے کے بعد ہی سے میں طرح طرح کی مصیبتوں سے پریشان ہوں، امراض میں گھرا ہوا ہوں، لوگ کہتے ہیں کہ تم نے درخت کٹوادیا اور تعزیہ داری بند کرادی، یہ سب اسی کا نتیجہ ہے، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی السلام علیکم

اس قسم کا وہم نہ کیجئے، شریعت کے مطابق کام کرنے میں آدمی کا نقصان نہیں ہوتا، آپ شرک کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور اللہ آپ کو پریشان کرے گا؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ شیطانی وسوسہ ہے آپ کی فلاح اور ترقی کے لئے یہ آزمائش ہے روزانہ دو رکعت نفل پڑھ کر کے دعاء کرلیا کیجئے، ہر نماز کے بعد یا فتاح ۱۲۵ بار پڑھ کر دعاء کرلیا کریں۔

صدیق احمد

کفر، بدعت، شرک

ایک جگہ سے خط آیا لکھا کہ ہمارے علاقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک بنا ہوا ہے لوگ آتے ہیں طواف کرتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں کفر، شرک

اور بدعت کا بازار گرم ہے،حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حالات کا علم ہوا شرک وبدعت کا خاصہ یہی ہے کہ نئی نئی چیزیں لوگ نکالتے رہتے ہیں،اللہ پاک ہدایت دے اگر وہ کچھ سمجھنا چاہیں تو سمجھ دار لوگوں کے ذریعہ بات کیجئے۔

صدیق احمد

مصلحت کی وجہ سے ۱۲/ربیع الاول کے جلسہ جلوس میں شریک ہونا چندہ دینا

قصبہ پکھرایاں ضلع کانپور کے بعض دعوت تبلیغ سے جڑے ہوئے حضرات جو حضرت اقدس سے بیعت بھی تھے انہوں نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا کہ یہاں بارہ ربیع الاول میں جلسہ جلوس اور سجاوٹ کا بڑا اہتمام ہوتا ہے، چندہ بھی ہوتا ہے،ہم لوگ اس میں شریک نہیں ہوتے نہ جلسہ میں نہ جلوس میں جس کی وجہ سے بالکل الگ تھلگ سمجھے جاتے ہیں،خیال ہوا کہ تھوڑی دیر کے لئے کچھ لوگ شریک ہوجایا کریں حضرت والا جیسا حکم فرمائیں۔

حضرت نے زبانی فرمایا:سب سے بہتر ہے کہ دیہات یا ایسی جگہ زندگی گذارے جہاں یہ سب فتنے نہ ہوں اگر میں باندہ شہر میں رہتا تو مجھے بھی پریشانی ہوتی،اور یہ جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم

اگر کچھ اصلاح کی امید ہے،یا شر سے حفاظت ہوتو کچھ دیر کے لئے کچھ لوگ شریک ہوجایا کریں،دلوں کا حال اللہ پاک اچھی طرح جانتے ہیں،اسلاف میں بھی اس کی گنجائش ملتی

ہے انہوں نے شر سے بچنے کے لئے یہ صورت کبھی کبھی کی ہے۔ صدیق احمد

محرم میں اصلاح کی جدوجہد

شہر باندہ میں ۱۰ محرم کے موقع پر عوام میں بڑا شور شغب ہنگامہ ہوتا ہے، طرح طرح کی خرافات، بدعات اور رسوم ورواج میں لوگ مبتلا ہوتے ہیں مردوں سے کہیں زائد عورتیں ان خرافات میں حصہ لیتی ہیں، حضرت اقدس برابر اصلاح کی جدوجہد فرماتے رہتے ہیں، محرم ہی کے موقع پر شہر باندہ میں متعدد مقامات پر مختلف محلوں میں حضرت نے عورتوں کے اجتماعات کا نظم فرمایا، مردوں کا جلسہ علیحدہ انہیں دنوں میں طے فرمادیا، ان اجتماعات میں حضرت خود تشریف لاتے، وعظ فرماتے، اسی سلسلہ میں باندہ کے ایک ذمہ دار شخص کے نام مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:

جناب حاجی محمد شریف صاحب

السلام علیکم

۱۰ محرم سے پہلے پہلے مستورات کے کچھ اجتماعات دو تین مقامات پر کروادیجئے، ان سے کچھ بات کی جائے، سڑکوں میں پھرنا اور طرح طرح کی خرافات کرنا یہ ان کا کام ہے، (کوشش کیجئے) ممکن ہے کہ ان کے دل میں کوئی بات آجائے، جس سے ہدایت ہو، طے ہو جائے تو مجھے اطلاع کیجئے۔ صدیق احمد

پیام انسانیت میں شرکت

ایک مدرسہ کے استاذ نے خط لکھا کہ پیام انسانیت جس کو مولانا علی میاں صاحب چلا رہے ہیں اس میں حصہ لینے کا ارادہ ہے حضرت والا کی کیا رائے ہے؟ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم السلام علیکم

کیا حرج ہے۔ صدیق احمد

مقابلہ مناظرہ سے کوئی فائدہ نہیں

ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرے علاقہ میں جماعت اسلامی کا زور ہے، اور وہ لوگ بہت فتنہ پھیلا رہے ہیں، فتنہ کا بازار گرم ہے، لوگ گمراہ ہورہے ہیں، مجھے مشورہ دیجئے کیا کرنا چاہئے، حضرت نے تحریر فرمایا:

مکرمی السلام علیکم

آپ اپنا کام کیجئے، لوگوں کو نفع پہنچایئے، کام جب ہوتا ہے تو سب فتنے ختم ہوجاتے ہیں، مقابلہ اور مناظرہ یہ سب بیکار ہیں اس سے کوئی نتیجہ نہیں۔

صدیق احمد

اختلاف کی وجہ سے مسجد چھوڑیں یا نہیں

حضرت کے ایک شاگرد ایک علاقہ میں رہتے تھے جامع مسجد میں بھی کچھ دن رہے، پھر وہاں اختلاف پیدا ہوگیا، لوگ ان کے مخالف ہوگئے، دشمنی تک کی نوبت آگئی، ان صاحب نے خط لکھ کر مشورہ کیا کہ میں جامع مسجد میں نماز پڑھنے جایا کروں یا نہیں؟ حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم السلام علیکم

آپ نماز پڑھ کر واپس آجایا کریں کبھی کبھی دوسری مسجد میں بھی پڑھا کریں کسی سے کچھ بات نہ کریں۔ صدیق احمد

مسجد آباد کرنے کا طریقہ

مسجد کی آبادی نمازیوں سے ہوتی ہے

ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ ہمارے محلّہ میں مسجد ہے پڑوس میں افسران آباد ہیں مسجد ویران ہے جمعہ جمعہ لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں، سامنے مندر ہے، دعا فرمائیں ورنہ مسجد کا خطرہ ہے، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

برادرم السلام علیکم

مسجد کی آبادی تو نمازیوں سے ہوتی ہے، نماز پڑھنے والوں کی تعداد بڑھایئے، اگر جگہ ہوتو مسلمانوں کو وہاں آباد کرایئے۔

صدیق احمد

ایک صاحب نے اپنے حالات لکھے اور لکھا کہ میں دوسروں کو دین کی باتیں سناتا اور سمجھاتا ہوں لیکن دس فیصد بھی لوگ عمل نہیں کرتے، معلوم نہیں میرے اندر کون سی کمی ہے، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی السلام علیکم

حالات کا علم ہوا انبیاء کی سوانح (حالات) دیکھئے۔سب جگہ یہی حال ہے، اپنا کام آپ کرتے رہیں جس کے مقدر میں ہدایت ہے وہ عمل کرے گا۔

صدیق احمد

دینی کام کرنے والوں کے لئے ایک مکتوب

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا حال معلوم ہوا بیماری سے بہت تشویش ہو جاتی ہے، اس سے قبل کئی ماہ بیمار رہے، احباب سب پریشان رہے، آپ اپنے ذمہ بڑا بوجھ لے لیتے ہیں، اعتدال کے ساتھ اپنی صحت کا لحاظ رکھتے ہوئے کام کیجئے، عربی کا مقولہ ہے من صنف هدف یہ تصنیف ہی کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جو بھی کام کے لئے آگے بڑھتا ہے وہ نشانہ بنتا ہے لیکن اخلاص کی برکت سے کام آگے بڑھتا رہتا ہے مخلصین احباب اور اکابر سے مشورہ کرتے رہئے، اللہ پاک ہر طرح اعانت فرمائے۔

لوگ جس بات کا شبہ کر رہے ہیں آج کل بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں، خود مفتی صاحب کے بارے میں بھی لوگوں کا یہی خیال ہے۔

آپ کے لئے ایک تعویذ باندھنے کی باقی پینے کی بھیج رہا ہوں ایک تعویذ کا پانی پانچ یوم پیا جائے، دن میں دو تین بار پی لیا کریں، ایک کلو پانی میں دھو کر وہ پانی بوتل میں رکھ لیں، معوذتین اور سورہ فاتحہ پڑھ کر آپ دم کر لیا کریں۔

اللہ پاک ہر طرح عافیت نصیب فرمائے، یہاں انشاءاللہ صحت کی دعاء روزانہ ہوگی۔

آپ کی صحت ایک عالم کی صحت کا باعث ہے۔

چچا کی وفات کا بھی بہت صدمہ ہے دو مرتبہ احقر ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا ایسے لوگ جاتے ہیں اور جگہ خالی کر جاتے ہیں، اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے۔

احقر صدیق احمد

مناظرہ کے سلسلہ میں مشورہ، ایک خط کا جواب

مخدومی ومطاعی حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد دامت برکاتہم

السلام علیکم

بعد سلام کے خدمت اقدس میں اہل پکھرایاں اور اس کے قرب وجوار میں

جو صاحب الرائے اور ذی ہوش شمار کئے جاتے ہیں حضرت اقدس سے التماس کرتے ہیں کہ آئندہ ۲۱ر دسمبر کو ایک مناظرہ ہونا قرار پایا ہے جس میں مولانا مشتاق صاحب پیش پیش ہیں اور مزید یہ کہ مولانا مشتاق صاحب کسی سے صلاح ومشورہ بھی نہیں کررہے ہیں کہ ہم نے مناظرہ کی تاریخ طے کردی کس طرح نمٹا جائے۔

اگر کوئی انسان ان سے عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مذکورہ تاریخ مناظرہ کی متعین کی ہے اس کے تحت آپ نے سوچا ہے کہ اس کے زہریلے اثرات کتنے خراب ہوسکتے ہیں، فریقین کے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مناظرہ ملتوی کردیا جائے جب کہ مولوی مشتاق صاحب اپنی ضد پر ہیں کہ میں تنہا ہی مناظرہ کرنے کو تیار ہوں، یہاں والے تو سب بزدل ہیں مجھے تو حضرت نے اجازت دیدی ہے اب ہم سب عوام آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔

بخدمت جمیع صاحبان پکھرایاں

السلام علیکم ورحمت اللہ

مجھے تو وہاں کے حالات نہیں معلوم، آپ حضرات زیادہ واقف ہیں اگر فساد کا خطرہ ہے تو اس کا کون مشورہ دے گا، آپ لوگ علاقہ کے ذمہ داروں کو بلا کر مشورہ کیجئے، مولوی مشتاق صاحب کو بھی مشورہ کرنا چاہئے، اور جو طے ہو اس پر عمل کرنا چاہئے، میں بھی ان کو خط لکھ رہا ہوں، کانپور جا کر مفتی منظور صاحب مولانا وکیل صاحب مولوی انوار صاحب کو بھی بتلایئے ان کی رائے پر عمل کیجئے۔ صدیق احمد

مولوی مشتاق صاحب کے نام خط

مکرمی جناب مولوی مشتاق احمد صاحب

السلام علیکم

آپ نے مقامی حالات کو نہیں بیان کیا، یہ سب حضرات بہت خطرہ محسوس

کررہے ہیں آپ سنجیدگی سے غور کیجئے ،اطراف کے لوگوں کے سامنے بات رکھنا ضروری ہے، خدانخواستہ کوئی بات ہوئی تو آپ ہی پر الزام آئے گا کہ ہمارے مولوی مشتاق پریشانی کا باعث ہوئے ،اس لئے اطراف کے خاص خاص لوگوں کو بلایا جائے کانپور سے مفتی منظوراحمد صاحب مولانا وکیل ومولانا انوار صاحب کوبھی بلائیے ، کانپور شہر کےمخصوص حضرات کوبھی شامل کیجئے۔

اگر یہ حضرات پکھرایاں نہ آئیں تو پکھرایاں اوراطراف کے مخصوص حضرات کانپور جائیں، جامع مسجد میں کانپور کے حضرات اوراہل مدارس کو بلاکرمشورہ کریں جو طے ہواس پرعمل کیاجائے۔ صدیق احمد

دوسرا خط

جہاں مشورہ طے ہوان سب حضرات کی موجودگی میں مشورہ ہوجائے اور جو طے ہواس پرعمل کیاجائے مجھے مطلع کردیاجائے وہاں حاضرہوں گا، جہاں بھی مشورہ ہوکسی پر ناشتہ چائے وغیرہ کا بارنہ ہوجس کوچائے پینا ہوخود جا کرپی لے۔

آپ لوگ اپنا اپنا کھانا لےکررات ہی میں کانپور پہنچ جائیں اور وہاں مولانا مفتی منظورصاحب مولانا وکیل صاحب مولانا مبین صاحب مولانا انوار صاحب مولانا عبدالقیوم صاحب اوردیگر مدارس کے ذمہ داروں سے ملاقات کرلیں وہ سب حضرات کسی جگہ جمع ہوجائیں جہاں مشورہ ہومجھے مطلع کریں وہاں حاضرہوں گا۔ صدیق احمد

مناظرہ سے کچھ فائدہ نہیں

ایک عالم صاحب نےتحریرفرمایا کہ اندورکے پروگرام میں جانا طے ہوا وہاں غیر مقلدین سے ظہر سےعصرتک گفتگو ہوتی رہی اور بالآخر باقاعدہ جامع مسجد میں مناظرہ

طے ہو گیا بس حضرت والا سے دعاء کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ حق کو غالب فرمائے ،حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام

دعاء کررہا ہوں ،اللہ پاک فضل فرمائے ،آج کل مناظرہ سے کچھ فائدہ نہیں ،حق پرعمل کرنے کے لئے کوئی مناظرہ نہیں کرتا ،اپنی ضد پوری کرتے ہیں۔ صدیق احمد

مناظرہ سے فائدہ نہیں نقصان ہے

ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرے گاؤں میں ایک گمراہ پیراڈا بنائے ہوئے ہے لوگوں کو گمراہ کررہا ہے، ہر وقت مناظرہ کے لئے تیار ہوجاتا ہے ہم لوگوں نے چیلنج دے دیا ہے مستقل فتنہ ہے، دعاء کریئے ٹل جائے ،حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی السلام علیکم

مناظرہ سے کوئی فائدہ نہیں ،نفرت میں اضافہ ہوجاتا ہے سورہ یٰس پڑھ کر روزانہ دعاء کی جائے۔ صدیق احمد

جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

جن علاقوں میں باطل کا زور ہو وہاں کام کرنے کا طریقہ

یہ علاقہ بہت پسماندہ ہے جہاں عیسائیت و مرزائیت کی تبلیغ کافی زور شور سے ہورہی ہے، دینی مدارس کا چند سال قبل تک کوئی وجود نہ تھا الحمدللہ اب مدارس کا کام شروع ہو گیا ہے، مدرسہ کے لئے زمین خریدی ہے، سنگ بنیاد رکھوانا چاہتے ہیں، یہ علاقہ ایسا ہے کہ اکابرین میں سے کسی کی بھی آمد نہیں ہوئی ،حضرت والا سے درخواست ہے کہ کچھ وقت ہمارے علاقہ کے لئے عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

برادرم السلام علیکم

آپ کو میرا حال معلوم ہے کہ میرے لئے وقت نکالنا آسان نہیں عید کے بعد کچھ وقت نکال سکتا ہوں۔

دین پر محنت نہیں ہوئی تو اس کا انجام یہی ہوتا ہے، محنت کرتے رہیں انشاء اللہ اثر ہوگا، باطل فرقوں سے ابھی بحث ومباحثہ نہ کیا جائے انفرادی طور پر ملاقات کے ذریعہ لوگوں کا ذہن صاف کیا جائے۔ صدیق احمد

غیر مسلموں میں تبلیغ کرنے والے ایک صاحب کو نصیحت

ایک صاحب غیر مسلموں میں دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے تھے اس سلسلہ میں ایک رسالہ بھی نکالتے تھے حضرت سے انہوں نے اس موضوع پر ایک مضمون لکھنے کی درخواست کی حضرت نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

مکرم بندہ زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا لفافہ ملا، آپ جو کچھ لکھا کریں یا ادارے کے حضرات لکھیں اس کو اکابر کو دکھا دیا کریں حضرت مولانا علی میاں دامت برکاتہم کو اللہ پاک نے بصیرت عطا فرمائی ہے ان کے پاس بھیج دیا کریں، حالات نازک ہیں خدانخواستہ کوئی بات ایسی تحریر ہوجائے جو حالات حاضرہ کے مناسب نہ ہو اور بعد میں کوئی پریشانی کھڑی ہوجائے، دعاء کر رہا ہوں اللہ پاک ہر قسم کے شرور سے مامون فرمائے۔

صدیق احمد

جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

ایک صاحب نے لکھا کہ ہمارے یہاں کچھ لوگ غیر مسلم ہیں لیکن وہ اسلام لانا چاہتے ہیں ان کی بابت تحریر فرمائیں کیا ارشاد ہے، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

لفافہ ملا، مفتی منظور صاحب قاضی شہر جامع العلوم جامع مسجد پٹکا پور کانپور کے پاس جا کر میرا یہ خط دکھا دیجئے، وہاں ان لوگوں کو لے جایئے وہاں سے باقاعدہ اس کی سند بھی ملے گی، اللہ پاک استقامت نصیب فرمائے۔ صدیق احمد

خانہ بدوشوں میں تبلیغی کام پر اظہار مسرت

ندوۃ العلماء کے ایک طالب علم نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ سڑک کے کنارہ بسنے والے خستہ حال مسلمانوں (خانہ بدوشوں) جو ندوہ کے قریب لب سڑک جھوپڑی ڈالے پڑے رہتے ہیں اور مسلمان ہیں لیکن دین وعبادات سے بالکل ہی ناآشنا ہیں، مغرب کے بعد ان کے پاس جا کر ان کو دین کی بات سنائی، کئی بار تقریر بھی کی اس سے فائدہ بھی ہوا، وہ نماز پڑھنے لگے، لیکن جب لوگوں کے علم میں یہ بات آگئی کہ میں نے ان لوگوں میں محنت کی ہے تو نفس بہت خوش ہوا، حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم السلام علیکم

ماشاء اللہ اچھے کام پر خوشی میں کوئی حرج نہیں اس میں عجب نہ پیدا ہونے پائے، دعاء کر رہا ہوں۔ صدیق احمد

ایک مسجد کے امام صاحب کو ہدایت

ایک مولوی صاحب کسی علاقہ میں پڑھاتے تھے انہوں نے تحریر کیا کہ میں اس وقت بہت پریشان ہوں، مسجد میں امامت کرتا ہوں اور محلّہ کے لوگ بہت زیادہ مسجد میں سوتے ہیں خصوصاً نوجوان لڑکے، ایک مرتبہ میں نے منع کیا جس کی وجہ سے بہت زیادہ پریشانی میں گھر گیا ہوں، لوگ مخالف ہوگئے، حضرت والا سے دعاء کی درخواست ہے

حضرت نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ مسجد کی شوریٰ سے کہہ دیا کریں، خود کچھ نہ کہا کریں۔ صدیق احمد

لندن والوں کی دعوت پر حضرت کا متواضعانہ خط

لندن کے احباب نے بڑے اہتمام سے حضرات کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جس میں لکھا کہ ہمارے یہاں گجرات کے فلاں عالم صاحب ہر سال تشریف لاتے تھے ہم لوگوں کو بہت فائدہ ہوتا تھا لیکن اس سال وہ گجرات ہی میں رمضان گذاریں گے اور وہیں اعتکاف کریں گے اس لئے ہم لوگ محروم ہیں حضرت والا سے گذارش ہے کہ اس سال یہاں تشریف لاکر ہم لوگوں کو مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائیں، رمضان شریف کے چار پانچ روز قبل تشریف لے آئیں، پاسپورٹ کی نقل بھیج دیں، کرایہ ٹکٹ وغیرہ یہیں سے روانہ کردیا جائیگا، حضرت اقدس نے جواب تحریر فرمایا:

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مکرم بندہ زید کرمکم السلام ورحمت اللہ وبرکاتہٗ

میں بہت مشغول رہتا ہوں میرے ذمہ مدرسہ کا بہت کام ہے، اکابر کی عمر میں اللہ برکت عطا فرمائے وہ پہونچتے رہتے ہیں ان سے استفادہ کیا جائے، مجھے کچھ آتا جاتا نہیں چند کتابیں پڑھالیتا ہوں، مدرسہ کا اور اطراف کے مکاتب کا کچھ کام کرلیتا ہوں، یہ آپ کا حسن ظن ہے، اللہ پاک میرے لئے اس کو ذریعہ نجات بنائے، مولانا محمد یوسف متالا وہاں مستقل مقیم ہیں ان کی خدمت میں جایا کیجئے۔

احقر صدیق احمد

جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ

تعزیتی خط حضرت مولانا زبیر احمد صاحب مدظلہ کے نام

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی اہلیہ کے انتقال پر ان کے بیٹے حضرت مولانا زبیر احمد صاحب کے نام مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حادثہ کا علم ہوا، بہت صدمہ ہے، اسلاف کی یادگار تھیں، بڑے فتنوں کا سد باب تھیں، اللہ پاک کی رحمتوں کے نزول کا باعث تھیں، اللہ پاک غریق رحمت فرمائے، اور امت کو ان کا بدل عطا فرمائے، یہاں ایصال ثواب کیا گیا، آپ سب حضرات کے لئے دعا ہو رہی ہے، اللہ پاک ہر قسم کے شرور سے حفاظت فرمائے۔

میرے دولڑکے بیمار ہیں دعاء صحت کی درخواست ہے، حضرت مولانا اظہار الحسن دامت برکاتہم سے بعد سلام دعاء کی درخواست کریں، اللہ پاک ان کے سایہ کو امت پر تا دیر قائم فرمائیں۔

صدیق احمد

خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ